الله
رسول
محمد

قرآن مجید کی 186 آیات کی روشنی میں

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

تصنیف لطیف

امیر اہل سنت شارح بخاری

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری

قدس سرہ العزیز

(ستارۂ امتیاز حکومت پاکستان امیر شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور)

قرآن مجید کی 186 آیات کی روشنی میں
حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین خاتم النبیین
محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جلالت شان و منصب و مقام
کے بیان کا ایمان افروز باطل سوز مجموعہ

مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس ربطِ مقدس پر میرا فخر بجا ہے
وہ محبوب ہے میرا جو محبوبِ خدا ہے

اللہ رسول محمد
وما ارسلناك الا رحمة للعالمين
محمد

تصنیف لطیف

امیر اہل سنت شارح بخاری حضرت علامہ سید
محمود احمد رضوی محدث لاہوری
قدس سرہ العزیز
ستارۂ امتیاز حکومت پاکستان
امیر، شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور

باہتمام و مفت ملنے کا پتہ
احقر الحاج امداد حسین نقشبندی
3-بی-مدینہ کالونی
شاہدرہ موڑ لاہور
0345-4517618

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب........مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف........امیر اہلسنت شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی

محدث لاہوری قدس سرہ العزیز

امیر و شیخ الحدیث مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

پروف ریڈنگ.....احقر الحاج امداد حسین نقشبندی، قاری غلام حسین نوری (رہنما فدایان ختم نبوت)

باہتمام..........احقر الحاج امداد حسین نقشبندی

کمپوزنگ........حافظ محمد فرحان علی رضوی (رضوی کمپوزنگ سنٹر) 0346-4447022

صفحات..........160

ہدیہ.........فی سبیل اللہ

مفت ملنے کا پتہ

احقر الحاج امداد حسین نقشبندی
3-بی-مدینہ کالونی شاہدرہ موڑ لاہور
0345-4517618

برائے ایصال ثواب

آباؤ اجداد و اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیگم الحاج امداد حسین نقشبندی و اہل خانہ
ڈاکٹر غفران محمود
مقصود عالم، مزمل، یٰسین، بلال امداد، مبشر امداد

اظہارِ تشکر

یا محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
علی
فاطمہ
حسن
حسین

آپ کی طرح آپ کی اولاد بھی سخی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ بالف الف حبیب اللہ سیدنا محمد وآلہ وبارک وسلم

محترم المقام چوہدری عبد الشکور صاحب زید مجدہ بالقابہ

کو کتاب دین مصطفےٰ اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے مفت تقسیم کرنے کے لیئے چھاپنے
کی اجازت ہے

والسلام

0300 9492310

احقر العباد سید مصطفےٰ اشرف رضوی قادری
امیر حزب الاحناف
لاہور
28-8-2012

فہرست

● ابتدائیہ	9
● تعارف مصنف	11
● حمد و نعت	25
● حمد الٰہی	25
● نعت نبی ﷺ	26
● حضور ﷺ اوّل بھی اور آخر بھی، ظاہر بھی باطن بھی علیم بھی	26
● حضور ﷺ نبی اوّل ہیں	28
● حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں	30
● حضور ﷺ علیم بھی	32
● حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی	32
● حضور ﷺ عزیز ہیں	33
● اسم محمد ﷺ کی خصوصیت	33
● حضور ﷺ مقام محمود پر فائز ہیں	35
● محمد، احمد، محمود ﷺ	35
● حضور ﷺ صاحب حکمت ہیں	37
● حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کا مخزن بنایا ہے	38
● اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سب کچھ سکھا دیا ہے	38
● حضور ﷺ کا علم، نسیان سے پاک ہے	39
● حضور ﷺ پر اللہ کا بڑا فضل ہے	39
● حضور ﷺ کے فضل و شرف کی انتہاء نہیں	40

● حضور ﷺ کی شرح صدر کی دولت بن مانگے عطا فرمائی	41
● اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی	43
● حضور ﷺ کی ذات وصفات کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے	45
● اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام انبیاء پر درجوں بلندی عطا فرمائی ہے	46
● حضور ﷺ سیّد المرسلین ہیں	47
● حضور ﷺ کل جہاں کے لیے رسول ہیں	49
● انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا	50
● حضور ﷺ کی دنیا میں آمد سے قبل آپ کے وسیلہ سے فتح ونصرت کی دعا کی جاتی تھی	51
● حضور ﷺ ساری خدائی کے لیے رحمت ہیں	52
● حضور ﷺ ہادیٔ انسانیت ہیں	52
● حضور ﷺ مزکیٔ عالم ہیں	53
● حضور ﷺ نبی اُمّی	53
● حضور ﷺ سراج منیر ہیں	54
● حضور ﷺ ہر خوبی وکمال کا خزانہ ہیں	56
● خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ	56
● حضور ﷺ کو خوش کرنے کے لیے کعبہ ابراہیمی کو قبلہ مقرر کیا گیا	57
● تعظیم وتوقیر رسول ﷺ کے بغیر عبادت الٰہی بیکار ہے	59
● حضور ﷺ سے محبت عین عبادت ہے	59
● حضور ﷺ شاہد مبشر ہیں	61
● حضور ﷺ کو غیب کا علم عطا ہوا	62
● حضور ﷺ اللہ کی نعمتوں کے قاسم ہیں	63

● اللہ کی نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملتی ہیں	64
● حضور ﷺ دافع البلاء ہیں	64
● اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صفت رحمت سے مشرف فرمایا	65
● حضور ﷺ کی ذات اقدس پر الزامات و اعتراضات کا جواب خود ربّ العٰلمین نے دیا	66
● گستاخ رسول ذلت کے عذاب کا مستحق ہے	71
● حضور ﷺ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے	72
● حضور ﷺ کا فعل اللہ کا فعل ہے	74
● حضور ﷺ کی اتباع اور تعظیم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے	75
● دربارِ نبوت ﷺ کے آداب کا خیال رکھنا فرض ہے	75
● بارگاہِ نبوت ﷺ میں بلند آواز سے بولنا منع ہے	76
● صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب احترام	78
● حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہیں	80
● قرآن بھی حضور ﷺ کا معجزہ ہے	86
● قرآن اللہ تعالیٰ کا اپنے مقدس رسول ﷺ سے گفتگو کا نام ہے	87
● حضور ﷺ کو ادب و احترام سے یاد کرنا فرض ہے	88
● حضور ﷺ کو عام لوگوں کی طرح پکارنا حرام ہے	89
● اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی جان کی قسم یاد فرمائی	91
● عصمت نبوت ﷺ اجماعی مسئلہ ہے	93
● حضور ﷺ ساری کائنات کے لیے نذیر و بشیر ہیں	94
● حضور ﷺ اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والے ہیں	95

● معراج .. عبدہٗ و رسولہٗ کے مرتبہ و مقام کا روح پرور منظر	101
● حضور ﷺ معصوم نبی ہیں	103
● حضور ﷺ کا نطق (بولنا) وحی الٰہی ہے	104
● جبرائیل امیں علیہ السلام سدرہ پر ہی رہ گئے	105
● حریم حق میں حضور ﷺ کی رسائی	106
● حضور ﷺ کے فضائل و کمالات کا بیان ناممکن ہے	109
● انبیاء سابقین کلمۃ الرب ہیں اور حضور ﷺ کلمات الرب ہیں	111
● حضور ﷺ جامع الصفات ہیں آپ ﷺ کے کمالات کی کوئی حد نہیں	112
● حضور ﷺ کی رسالت عام ہے سارے جہان کے لیے ہے	114
● مخلوقات الٰہی میں حضور ﷺ کی نظیر محال ہے	115
● حضور ﷺ اوّل المسلمین ہیں	116
● حضور ﷺ کا فضل و کمال بھی لَارَیْبَ فِیْہِ ہے	118
● حضور ﷺ کے علم بیکراں کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں	120
● حضور ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق ہیں	121
● حضور ﷺ کی اطاعت کے بغیر اطاعت خدا ناممکن ہے	122
● حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے قبول ہوئی	123
● حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں	124
● حضور ﷺ شارع ہیں	125
● حضور ﷺ آمر و ناہی ہیں	126
● حضور اقدس ﷺ کا منصب و مقام	126
● حضور ﷺ کی بشریت عام انسانوں کی بشریت کی طرح نہیں	128

● حضور ﷺ سے جس کو نسبت ہو گئی وہ بھی بے مثال ہے	129
● حضور ﷺ کی ذات اقدس مرکز ایمان ہے	130
● شاہد و شہید رسول ﷺ	132
● یہود کا بدترین جرم، کتمانِ حق	134
● مومن مخلص وہی ہے جو اللہ و رسول ﷺ کے حکم پر لبیک کہے	135
● اطاعت رسول ﷺ ہی کامیابی کا زینہ ہے	135
● حضور ﷺ امام کل اور ہادیٔ کائنات ہیں	136
● حضور ﷺ کی حاکمیت کے منکر مومن نہیں	137
● نبی ﷺ کا حق اپنی جان سے بھی زیادہ ہے	138
● اللہ اور رسول ﷺ کو راضی رکھنا ضروری ہے	139
● اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے ساتھ دائمی تعلق ہے	140
● حضور سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین ﷺ کی شان میں گستاخی کفر صریح ہے	142
● نبی کریم ﷺ کے گستاخ کی دین و دنیا برباد ہو جاتی ہے	144
● اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق قرآنی تعلیمات کا صحیح علم حضور اکرم ﷺ کے قول و عمل اور کردار ہی کی روشنی میں حاصل ہو سکتا ہے	146
● بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرضِ سلام	153
● منقبت: اے میرے سید قدس سرہ العزیز	156
● نعت شریف	158
● نعت شریف	159
● نعت رسول مقبول ﷺ	160

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم٥

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الکَرِیم

ابتدائیہ

خدا کی عظمتیں کیا ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ جانے
مقامِ مصطفیٰ کیا ہے محمد ﷺ کا خدا جانے
محمد ﷺ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھئے شانِ محمد ﷺ

قرآنی احکام کے نام سے ایک کتاب زیرِ ترتیب ہے۔ مقصد و مدعا یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں قرآنی احکام و مسائل سے روشناس کرایا جائے۔ اوراقِ ذیل اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے آخری مقدس رسول حضور، نورِ مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر نازل فرمایا۔ قرآن حضور ﷺ ہی کے ذریعہ اور وسیلہ سے ہمیں ملا۔ حضور ﷺ ہی صاحب قرآن، عالم قرآن، مفسر قرآن، معلم قرآن اور قاریٔ قرآن ہیں۔

لہٰذا حضور ﷺ کا تعارف، حضور ﷺ کی پہچان قرآنی آیات ہی کی روشنی میں صحیح طور پر ہو سکتی ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ حضور ﷺ کیا ہیں؟ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ حضور ﷺ وہی ہیں؟ حضور ﷺ ویسے ہی جیسے قرآن نے انہیں پیش کیا اور ان کی ذات اقدس کا تعارف کرایا.... ظاہر ہے کہ ہر وہ مسلمان جو قرآن کو کلامِ الٰہی اور وحی الٰہی مانتا اور اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ یقیناً حضور سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ

والثناء کے متعلق قرآن نے جو تصریحات کی ہیں۔ انہیں بدل و جان قبول کرے گا۔ آخر قرآن میں حضور ﷺ کے فضائل و کمال کا ذکر یونہی نہیں کر دیا گیا.. بلکہ اس لیے کیا گیا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کی عظمت کو جانیں اور اس پر ایمان لائیں... ملاحظہ کیجئے قرآن نے حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ ستودہ صفات کو کس رنگ اور کس انداز میں پیش کیا ہے۔

خدا کو مانا ہے دیکھ کر اس کی شان جمیل تو ہے.
خدا کی ہستی پہ میرے نزدیک سب سے روشن دلیل تو ہے

سید محمود احمد رضوی

کوئی مانے یا نہ مانے:

مگر یہ حقیت ہے کہ محبوبِ خدا حضور سرورِ انبیاء محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی تعظیم و توقیر آپ سے عقیدت و محبت اور آپ کا ادب و احترام ہی ایمان، بلکہ روح ایمان، مغز ایمان اور جان ایمان ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام اسلام کی اہمیت اپنی جگہ بڑی اہم۔ ہے مگر سب فرائض کی روح، جڑ، بنیاد صرف اور صرف حضور ﷺ سے محبت و عقیدت ہی ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے یہ نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں۔ یہ ہی ہماری دعوت ہے، یہی ہماری تبلیغ ہے اور اسی کو ہم تمام فرائض سے اہم فرض سمجھتے ہیں۔ کسی کو پسند آئے یا نہ آئے مگر ہمارا کام تو ثنائے سرکار ہے وظیفہ۔

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضاؔ
یاد اُس کی اپنی عادت کیجئے

تعارف مصنف

امیر اہلسنت شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی

محدث لاہوری قدس سرہ العزیز

شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی ؒ کی ولادت 1924ء میں آگرہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ العزیز کے ہاں ہوئی۔ علامہ رضوی نجیب الطرفین سید ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب امام علی رضا مشہدی بن موسیٰ کاظم ؓ تک پہنچتا ہے اور والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ علمی و روحانی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور اسی میں نشو ونما پائی۔

درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد سید المحد ثین مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری قدس سرہ العزیز سے پڑھیں بقیہ کتب مولانا مہر دین بدھوی اور حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی سے پڑھیں۔ 1947ء میں جامعہ حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے میں آپ کی دستار بندی کرائی گئی۔ حضرت علامہ رضوی نے 7 جون 1947ء کو موقر جریدہ ''رضوان'' جاری کیا۔ جو ابتداً ہفت روزہ تھا بعد ازاں ماہ نامہ کی صورت میں شائع ہوا اور بحمدہٖ تعالیٰ آج تک شائع ہو رہا ہے اس رسالے کے کئی گراں قدر علمی اور تحقیقی نمبر شائع ہوئے ہیں مثلاً نماز نمبر، ختم نبوت نمبر، چکڑالویت نمبر اور معراج النبی ﷺ نمبر وغیرہ مشہور شیعہ مناظر مولوی اسماعیل گوجروی متعدد مسائل پر مباحثہ کا سلسلہ جاری رہا اور ان مباحثوں میں علامہ رضوی کا قلم علمی اور تحقیقی جواہر

بکھیرتا رہا علامہ کا استدلال، عالمانہ گرفت، مخالفین کے اعتراضات کے ٹھوس جوابات یہ سب چیزیں پڑھنے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں علامہ رضوی کی تصانیف رضوی گوجروی مکالمہ، بیت رضوان، باغ فدک، حدیث قرطاس، اسرار مذہب شیعہ اور حضور ﷺ کی نماز جنازہ اسی دور کی یادگار ہیں علاوہ ازیں علامہ رضوی نے اس رسالہ میں بخاری شریف کی شرح فیوض الباری کے نام سے قسط وار شائع کرنا شروع کی جس کے 12 پارے اب تک چھپ کر مقبولیت عامہ کی سند حاصل کر چکے ہیں ان کے علاوہ خصائص مصطفیٰ ﷺ، دین مصطفیٰ ﷺ، شانِ مصطفیٰ ﷺ، مقامِ مصطفیٰ ﷺ، معراج النبی ﷺ جامع الصفات، روح ایمان، روشنی، شان صحابہ رضی اللہ عنہ، فتاویٰ برکات العلوم، اسلامی تقریبات، مذاکرہ علمی، مسائل نماز وغیرہ علامہ رضوی کے وہ بلند پایا مقالات ہیں جو وقتاً فوقتاً رسالہ رضوان میں چھپتے رہے ہیں بعد میں انہیں نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا ان کی تمام تصانیف علم و تحقیق کا منہ بولتا ثبوت اور عوام وخواص کے لئے مفید ہیں اور علمی حلقوں میں وقت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ علامہ رضوی نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے شرح تہذیب اور شرح وقایہ پڑھاتے رہے پھر اُن کی تمام توجہ تصانیف اور دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے انتظامات کے لئے وقف ہو کر رہ گئی۔

علامہ رضوی جہاں دقیق النظر محدث نقطہ رس فقیہ اور صاحبِ طرز ادیب تھے وہ قادر الکلام خطیب بھی تھے۔ ان کی تقریر علم و فضل سنجیدگی و متانت کا بہترین مرقع ہوتی تھی اندازِ بیان مدلل اور دلنشین ہوتا تھا۔ اس خاندان کا طرہ امتیاز یہ رہا ہے جب بھی کوئی ملی یا ملکی مسئلہ پیش آیا یہ حضرات رہنمائی میں پیش پیش رہے۔ تحریک پاکستان میں دار العلوم حزب الاحناف لاہور کی خدمات ناقابل فراموش ہیں جامع مسجد وزیر خان

تحریک پاکستان کی اہم ترین سٹیج تھی اس سٹیج سے پاکستان کی حمایت میں اُٹھنے والی آواز اتنی زوردار تھی کہ اس کی گونج پورے پنجاب بلکہ اس کے اردگرد تک سنی جاتی تھی۔

27 تا 30 اپریل کو بنارس سنی کانفرنس میں پنجاب کے دینی مدارس کے طلبہ کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے شریک ہوئے اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنے تایا جان حضرت علامہ سید ابوالحسنات محمد احمد قادری کے ساتھ بھرپور کام کیا اور شاہی قلعہ میں قید بھی ہوئے۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت کا آپ کو مرکزی سیکرٹری جنرل چنا گیا۔ جس کے نتیجے میں اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو مرزائیوں کو کافر قرار دینے پر مجبور ہو گئے۔ 1970ء میں آپ نے کل پاکستان سنی کانفرنس کے موقع پر آپ کو متفقہ طور پر جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی سیکرٹری جنرل چنا گیا اور حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی سجادہ نشین سیال شریف کو صدر منتخب کیا گیا۔ اسی کانفرنس میں جمعیت علماء پاکستان نے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

1971ء میں برطانیہ کے نام نہاد ڈاکٹر منہاس نے ایک دل آزار کتاب لکھی جس میں اس نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی نے لاہور میں اس کتاب کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا جس کی پاداش میں اس وقت کی ایوب مارشل لاء حکومت نے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی قدس سرہ العزیز کو دیگر علماء ومشائخ کے ہمراہ گرفتار کرلیا۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی قدس سرہ العزیز سچے عاشق رسول اور لوگوں میں فروغ عشق رسول ﷺ کے لئے مسلسل کوشاں رہتے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے 23 مارچ 1984ء کو لاہور سے ''یا رسول اللہ کانفرنس'' کا سلسلہ جاری کر کے لوگوں

میں نئی روح پھونک دی جو کہ ابھی تک تسلسل سے جاری و ساری ہے۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی قدس سرہ العزیز کو 1975ء میں حکومت پاکستان نے ان کی دینی و ملی و مذہبی خدمات کے اعتراف میں ملک کا اعلیٰ ترین سول اعزاز ''ستارہ امتیاز'' دیا۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن، ممبر وفاقی مجلس شوریٰ، چیئرمین زکوٰۃ عشر کمیٹی لاہور، مشیر وفاقی شرعی عدالت، مشیر صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان اور دیگر متعدد کمیٹیوں میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی قدس سرہ العزیز کے والد ماجد اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے شاگرد خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ اس طرح حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی قدس سرہ العزیز کا سلسلہ حدیث وبیعت صرف ایک واسطہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے جاملتا ہے۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی قدس سرہ العزیز جامعہ حزب الاحناف کے مہتمم بھی رہے اور مختلف دینی، قومی، ملی وملکی تحریکوں کا مرکز حزب الاحناف کو بنایا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ملک و بیرون ملک دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں مصروفِ عمل ہیں اور خود آپ نے بھی متعدد مرتبہ مختلف بیرونی ممالک کا دورہ فرمایا۔

اولاد:

آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں سے نوازا ہے۔ جن میں صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی صاحب فاضل درس نظامی (ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات) آپ کے جانشین ہیں۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی قدس سرہ العزیز علم حدیث میں بلند پایہ خاندان

کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے علم حدیث اپنے دادا شیخ المحدثین حضرت سید دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز اور اپنے والد مفتی اعظم علامہ سید ابوالبرکات احمد قادری قدس سرہ العزیز سے حاصل کیا اور آپ کے دادا نے علم حدیث حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ العزیز سے حاصل کیا جو کہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے جلیل القدر شاگرد تھے۔ اس طرح آپ کا سلسلہ حدیث تین واسطوں سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز جو کہ شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے شاگرد سے جا ملتا ہے۔

وصال مبارک:

آپ کا وصال مبارک بروز جمعرات 4 رجب بمطابق 14 اکتوبر 1999ء کو لاہور میں ہوا۔ دوسرے دن بعد جمعۃ المبارک آپ کی نمازِ جنازہ ناصر باغ میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ آپ کے بھائی صاحبزادہ حضرت علامہ سید مسعود احمد رضوی نے پڑھائی۔ جس میں ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

شجرہ سلسلہ قادریہ اشرفیہ منوریہ معمریہ

1) الٰہی بحرمت حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی پیر ابو محمد سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف 11 ربیع الثانی)

2) الٰہی بحرمت حضرت شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)

3) الٰہی بحرمت حضرت شاہ ملا اخوند رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

4) الٰہی بحرمت حضرت شاہ امیر کابلی رحمۃ اللہ علیہ

5) الٰہی بحرمت حضرت شیخ المشائخ محبوب ربانی سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین کچھوچھہ شریف 1355ھ)

6) الٰہی بحرمت محدث لاہوری حضرت سیدنا علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

(حزب الاحناف شریف لاہور)

7) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید مصطفیٰ اشرف رضوی مدظلہ

(امیر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور)

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا
یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُّغْرَقٌ
خُذْ یَدِیْ سَہِّلْ لَّنَا اَشْکَالَنَا

یا رسول اللہ ہمارے حال پر نظر کرم فرمائیے
اے اللہ کے محبوب ہماری التجاؤں کو سنئے
بے شک میں مصیبتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں
میری مدد فرمائیے اور ہماری مشکلیں آسان فرمائیے

☆☆☆☆☆☆☆

اگر خیریت دُنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا دھر چہ میخواہی تمنا کن

فکرِ اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

’’اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان رحم والا ہے‘‘۔

بسم اللہ قرآن مجید کی آیت ہے مگر سورہ فاتحہ یا کسی اور سورہ کا جز نہیں ہے۔ ہر نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہیے۔ البتہ تراویح میں جو ختم قرآن ہوتا ہے اس میں ایک مرتبہ کہیں بسم اللہ جہر (بلند آواز سے) ضرور پڑھی جائے۔ ہر مباح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

آیت کے ساتھ بہر حال پڑھی جائے گی۔ ہر مباح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ کھانے، پینے اور اوڑھنے غرضیکہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیے۔

البتہ ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا ممنوع ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ (الفاتحہ)

’’سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہانوں کا‘‘۔

ہر کام کی ابتداء میں جیسے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا بھی البتہ خطبہ جمعہ میں حمد الٰہی واجب ہے۔ خطبہ نکاح اور دُعا اور ہر اچھے کام کے کرتے وقت اور کھانے پینے کے بعد حمد الٰہی مستحب ہے اور جب چھینک آئے تو سنت موکدہ ہے ..... ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر بجالانا چاہیے۔ خوشی کی حالت ہو یا غم کی۔

اے خدا اے مہرباں مولائے من
اے انیس خلوتِ شبہائے من

تَبٰرَكَ اسۡمُ رَبِّكَ ذِی الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَام (رحمٰن:78)

”بڑی برکت والا ہے تمہارے رب کا نام جو عظمت و بزرگی والا ہے“۔

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَنۡتَ لِیۡ نِعۡمَ الۡوَكِیۡل
اَنۡتَ رَبِّیۡ اَنۡتَ حَسۡبِیۡ یَا جَلِیۡل

اللہ رب العزت جل مجدہٗ کی حمد و ثناء، جلال و جبروت، قدرت و عظمت کے بیان و اظہار سے زبان عاجز اور قلم مجبور ہے۔ معرفتِ الٰہی بڑی نعمت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت کسے حاصل ہے؟ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت اور پہچان حضور سرورِ نورِ مجسم ﷺ کو حاصل تھی اور ہے لیکن بایں ہمہ دربارِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں۔

﴿لَا اُحۡصِیۡ ثَنَاءً عَلَیۡكَ اَنۡتَ كَمَا اَثۡنَیۡتَ عَلٰی نَفۡسِكَ﴾ ”الٰہی تیری حمد و ثناء جیسی کہ تو نے اپنی فرمائی ہے میں نہیں کر سکتا“۔ (مسلم) اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی اس کے حضور عرض کرتے ہیں۔

﴿مَا عَرَفۡنَاكَ حَقَّ مَعۡرِفَتِكَ.... مَا عَبَدۡنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ﴾ (گلستان)

”الٰہی جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے ویسا ہم نے تجھ کو نہ پہچانا اور جیسی تیری عبادت کا حق ہے ویسی ہم تیری عبادت نہ کر سکے“۔

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡم﴾ (البقرۃ 255)

”اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا“۔

آیاتِ بالا میں لفظ اللہ خداوندِ ذوالجلال جل مجدہٗ کا علم ہے۔ رحمٰن، رحم، الٰہ، الحی القیوم۔ اس کی صفاتِ عالیہ ہیں۔

اللہ ذاتِ سبحانی کے لیے علم ہے۔ کسی اور پر یہ لفظ بولا نہیں جا سکتا۔ یہ صرف اسی کے لیے خاص ہے۔ اِلٰہ، لاہٗ سے مشتق ہے جس کے معنی بلند شان کے ہیں۔ تو اللہ وہ ہے جس کی شان وہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

وہ خود ہے جلوہ فشاں لا الٰہ الا اللہ
وجودِ غیر کہاں لا الٰہ الا اللہ

لفظ اللہ کے معنی سکون کے بھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ وہ ہے جو قلب مضطر کی تسکین اور عارفین کے لیے آرام دل ہے۔ اس کے ذکر سے دل سکون کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

"سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے"۔ (الرعد: 28)

سکونِ قلبِ تپاں لا اِلٰہ الا اللہ
دوائے دردِ نہاں لا اِلٰہ الا اللہ

اللہ کے ذکر سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ معاشی حالت درست ہو جاتی ہے۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾

"بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی"۔

(اعلیٰ 14-15)

اس آیت میں فلاح عام ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذکر کرنے اور نماز پڑھنے سے غریبی و مفلسی دور ہوتی ہے۔ سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے غفلت و پہلو تہی، غریبی، مفلسی اور پریشانی لاتی ہے۔ معاشی و اقتصادی

حالت خراب کر دیتی ہے.... اور اگر اللہ کے ذکر سے غافل انسان کو دنیا کی آسائشیں مل بھی جائیں تو بھی سکونِ قلب سے محروم رہتا ہے اور ایسے شخص کو دولت و نعمت اسے سکونِ قلب اور اطمینانِ ضمیر سے محروم رکھتی ہے۔ قرآن مجید نے واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کی ہے۔

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (طٰہٰ 124)

"اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے"۔

ذکر الٰہی ہی دلوں کی زندگی، اہل ایمان کا زادِ راہ اور فلاح و نجات کا ذریعہ ہے۔

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ "اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ"۔ (جمعہ 10)

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کی مدح فرمائی ہے ..... اور سورہ منافقوں میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اے ایمان والو تمہارا زر و مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔

﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ (منافقون: 9)

"اور جس نے ذکر الٰہی سے غفلت کی وہ سخت نقصان میں ہے"۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:

(1) اللہ کا ذکر کرنے والا زندہ ہے اور جو اس کا ذکر نہیں کرتا وہ مردہ ہے (بخاری و مسلم) (2) دنیا و مافیہا سے بہتر اللہ کا ذکر ہے (احمد) (3) جو لوگ اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ بزمِ ملائکہ میں ان پر فخر کا اظہار فرماتا ہے ان کے پاس ملائکہ

آتے ہیں رحمتِ الٰہی ان پر سایہ فگن ہوتی ہے سب سے افضل عمل یہ ہے کہ زبان پر اللہ کا ذکر جاری رہے (مسلم) (4) ذکر الٰہی کی مجلسیں جنت کے گلستان ہیں (احمد)

قرآن مجید میں جملہ اعمال صالحہ کے بعد ذکر کا تذکرہ ہے.... نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور نیک عمل سب اللہ کے ذکر کے مظاہر ہیں۔ ذکر زبان سے ہوتا ہے اور دل سے بھی، لیکن دل اور زبان بیک وقت ذاکر ہوں تو یہ ذکر کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا ورد، اس کی حمد وثناء، اس کے احکام کا ذکر اور ان پر عمل اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کا بیان واظہار ذکر الٰہی کی ہی صورتیں ہیں..... حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

دو کلمے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔ زبان پر آسانی سے جاری ہو جاتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن میزان عمل میں بہت وزن دار ہیں۔ یعنی بڑے اجر وثواب کے حامل ہیں اور وہ یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ.... سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

(بخاری شریف)

ان دو مقدس نورانی کلموں کا ورد باعث صد خیر و برکت ہے اور ان کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بے انتہا ثواب عطا فرماتا ہے۔ یہ دونوں کلمے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے جمال وجلال کے آئینہ دار ہیں..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۝ اَلَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى﴾ (اعلیٰ:2-1)

"اپنے رب کے نام کی پاکی بولو جو سب سے بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا"۔

مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر عظمت واحترام سے، عجز وانکساری سے پیار

ومحبت سے کرو کیونکہ وہ خالق ہے جس نے ہر چیز کی پیدائش ایسی مناسب طریقہ پرفرمائی کہ جواس کے علم وحکمت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیانِ فکر انسانی سے ناممکن ہے۔ اس پاک، بے نیاز کے جلال وجبروت کا اندازہ یوں کیجئے کہ وہ ہستی مقدس جسے اس نے اپنا محبوب بنایا اور مغفور ومعصوم رسول بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ وہ بھی بارگاہِ الٰہی میں عاجزی وانکساری یوں فرماتے ہیں۔

﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ﴾ ''میرے رب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔

ہر حالت میں زبان رسول پر تسبیح وتہلیل جاری رہتی ہے۔ شب کے وقت ذوق و شوق اور وجد کی حالت میں اپنے رب کی عبادت کرتے۔ پوری پوری رات کھڑے رہتے۔ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب کوئی خوف وخشیت کی آیت آتی تو حضور ﷺ خداوند قدس جل مجدہٗ سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے۔ رحمت وبشارت کی آیت آتی تو اسکے حصول کی دعا مانگتے (مسند ابن حنبل، ج: 2، ص: 93) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ آپ ﷺ نے نماز میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ (مائدہ:118)

''الٰہی اگر تو انہیں عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر تو معاف فرمادے تو تو غالب حکم والا ہے''۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اس آیت کی تلاوت پر حضور ﷺ کی

بارگاہِ الٰہی میں التجا و دعا کی یہ کیفیت رہی کہ آپ صبح تک یہی آیت تلاوت فرماتے رہے (ابن ماجہ)

اشک شب بھر انتظار عفو امت میں بہیں
میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ

لفظ اللہ بغیر ہمزہ کے لکھا جائے تو لِلّٰہ پڑھا جائے گا جس کے معنی یہ ہوتے کہ ہر شے کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿لِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (منافقون:7)

"اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے"۔

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (مائدہ:17)

"اور اللہ ہی کے لیے سلطنت آسمانوں اور زمین کی"۔

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ (بنی اسرائیل:111)

"اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں"۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْد﴾ (ھود:107)

"بے شک تمہارا رب جب جو چاہے کرے"۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم﴾ (عنکبوت:62)

"بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے"۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ (رحمٰن:17)

"دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب"۔

حسن و جمال، فضل و کمال، قدرت و اختیار، قوت و شوکت، بزرگی و رفعت، علم دردیت، غیب و شہادۃ، حکومت و عزت، نصرت و اعانت، جود و سخاوت، غرضیکہ ہر چیز

اور ہر شے کا صرف وہی اکیلا حقیقی مالک اور متصرف وفاعل ہے۔ کیسی ہی بڑی اور برگزیدہ ہستی کیوں نہ ہو مالک حقیقی نہیں ہے۔ مخلوقات میں جس کسی کو بھی جو فضل وکمال اور قدرت وتصرف حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہی سے ہے۔ اس کی مشیت وارادہ کے بغیر کوئی ایک تنکا ادھر سے اُدھر نہیں ہلا سکتا۔

تمام عظمتیں اور بزرگیاں اور تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ یہ جہان اسی کی جلوہ گاہ ہے۔ تصویر کی تعریف مصور کی تعریف ہے۔ تم مخلوقاتِ الٰہی میں سے خواہ کسی کی تعریف وتوصیف کرو۔ تعریف تو رب العزت جل مجدہ ہی کی قرار پائے گی۔ کیونکہ خالق حسن وجمال صرف وہی ہے مگر اس خصوص میں بھی حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی شان کی کیفیت یہ ہے۔

؎ جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حسن وجمال
اے حسیں تیری ادا اس کو پسند آئی ہے

* * *

تیری چوکھٹ پہ جبیں جس نے جھکائی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شاخِ امید وہیں اس کی بر آئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کون سنتا تھا یہاں تیرے کرم سے پہلے
تو جو آیا غریبوں کے بن آئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس سے بڑھ کر اور کیا ملتی ہمیں دادِ وفا صلی اللہ علیہ وسلم
ہم تیرے ہی نام سے دنیا میں پہچانے گئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆☆☆☆☆

حمد و نعت

1) ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (حدید:3)

"وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے"۔

مشہور محدث اور مشکوٰۃ شریف کے شارح حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اپنی تالیف مدارج النبوۃ کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔ یہ آیت مبارکہ حمد الٰہی بھی ہے اور نعت نبی بھی ہے۔

حمد الٰہی:

اللہ تعالیٰ قدیم ہے ہر شی سے قبل۔ اول ہے بے ابتداء کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا۔ یہ تھا تھی بھی نہ تھے اور وہ تھا۔

وہ آخر ہے۔ ہر شے کے ہلاک و فنا ہو جانے کے بعد بھی رہنے والا سب فنا ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا اس کے لیے انتہا نہیں ہے۔

2) ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ (رحمٰن:78)

"اور زمین پر جتنے ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا"۔

جن، انسان، فرشتے، انبیاء، اولیاء اصفیاء۔ غرضیکہ کل کائنات اس کے فضل و کرم کی محتاج ہے کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے کل کائنات اس کے حضور سجدہ ریز ہے

کیونکہ وہ آخر ہے باقی ہے سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کے لیے ہے۔

وہ ظاہر ہے یعنی دلائل و براہین سے اس کا وجود ثابت ہے۔ وہ ہر شے پر غالب ہے۔ جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے چاہے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

وہ باطن ہے یعنی انسان کے سننے سمجھنے دیکھنے اور پرکھنے کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے ادراک سے عاجز ہیں۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم

وہ علیم ہے۔ ہر شے کا ازلی، ابدی، قدیم علم والا ہے۔ غیب و شہادت اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا حقیقی عالم ہے۔ اس کا علم ذاتی ہے کسی نے اس کو دیا نہیں

نعتِ نبی ﷺ:

حضور ﷺ اوّل بھی آخر بھی، ظاہر بھی باطن بھی علیم بھی:

مذکورہ بالا آیت حضور سید الانبیاء حبیبِ کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی نعت بھی ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے آیت بالا ہی کے پیش نظر بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

حضور ﷺ اوّل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ﴾

”تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا“۔

﴿اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُوْرِیْ﴾ (مدارج النبوت)

”میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے“۔

تو ساری کائنات اور تمام مخلوقات کے ظہور کا سبب بھی حضور ﷺ کا نور ہے۔

؎ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

کائنات کا افتتاح حضور ﷺ کے نور پاک سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہرو انجم کی ضیاء ہوتی نہ بہاروں کی شمیم جانفزا، نہ کلیوں کا تبسم نہ غنچوں کی چٹک، نہ پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنم، نہ گل خنداں کی، بہارِ دلکشا مہکتے گلبن، مسرت کے لمحات اور خوشی کی شہنائی سب اسی نورِ پاک کا صدقہ اور وسیلہ ہے۔ علامہ اقبال نے کہا:

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حضور ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس نورِ الٰہی، نورِ اول، نور الانوار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مقدس، مطہر منور نور ہے۔

3) ﴿قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ﴾ (سورہ مائدہ، آیت:15)

”بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا“۔ [1]

---

[1] مفسرین کرام نے نور سے حضور ﷺ کی ذات کو مراد لیا ہے۔ دیکھئے تفسیر کبیر ص:395 ج:3، تفسیر ابن عباس، ص:72، خازن، ج:1، ص:470، روح المعانی، ج:6، ص:87، روح البیان، ج:1، ص:548، معالم التنزیل، ج:2، ص:23، درمنثور ج:3، ص:231، مدارج النبوۃ، مواہب لدنیہ، زرقانی، شفا، ج:1، ص:10، تفسیر جلالین، تفسیر ابن جریر، امداد السلوک، ص:185، از رشید احمد گنگوہی، نشر الطیب، ص:7، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ کفار نورِ محمدی ﷺ کو بجھانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس نور کی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نور کی روشنی بڑھتی ہی رہے گی۔ ظلمتیں بڑھ بڑھ کر پھونکیں مارتی رہیں گی لیکن چراغ محمدی ﷺ میں ذرا بھی تھر تھراہٹ پیدا نہ کر سکیں گے۔

4) ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ﴾ (صف:8)

"چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ تو اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر برا ہی مانیں"۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضور ﷺ نبی اوّل ہیں:

سب سے پہلے نبوت بھی حضور ﷺ کو عطا ہوئی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

﴿كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ﴾ (ترمذی، بخاری)

"میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام جسم وروح کے درمیان تھے"۔

﴿أَنَا أَوَّلُ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ﴾ (خصائص الکبریٰ، ج:1، ص:3)

"میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں ان سب سے پچھلا ہوں"۔

پیچھے آنا ہے ترا ختم نبوت کی دلیل
اور سایہ کا نہ ہونا تری یکتائی ہے

میثاق کے دن ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ کیا میں تمہارا رب نہیں کے جواب میں

سب سے پہلے بَلٰی (ہاں کیوں نہیں) کہنے والے بھی حضور ﷺ ہی ہیں۔ قبر مبارک سے سب سے پہلے اٹھنے والے، جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے، سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والے اور بروزِ حشر امت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی حضور ﷺ ہی ہیں..... غرضیکہ ہر جگہ اور ہر موقع پر اوّل ہونے کا سہرا بھی حضور ﷺ ہی کے سر پر ہے۔

؎ رُسل و ملک پہ درود ہو وہی جانے ان کے شمار کو
مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیع روز شمار ہو

حضور ﷺ ظاہر بھی ہیں۔ ظاہر ایسے کہ کائنات کی ہر چیز حضور ﷺ کو جانتی ہے۔ سارا عالم آپ کو پہچانتا ہے۔ چاند اشارہ سے دو ٹکڑے ہوتا ہے۔ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے۔ درخت، جانور اور پتھر آپ کو سجدہ کرتے۔ آپ ﷺ سے ہم کلام ہوتے اور آپ کی بارگاہِ عالی میں سلام عرض کرتے ہیں۔ جنت کی ہر چیز پر، حوروں کی پیشانیوں پر، غلمانوں کے سینوں پر، جنت کے درختوں اور ان کے پتوں پر **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** ﷺ لکھا ہوا ہے۔ جنابِ آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہی عرشِ اعظم پر اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے مقدس اور محبوب رسول ﷺ کا نام نامی، اسم گرامی لکھا ہوا پاتے ہیں۔ نماز میں، روزہ میں، حج میں، زکوۃ میں، جہاد میں، صدقات میں، حتیٰ کہ کلمہ میں اور قلب مسلم میں آپ کا ہی ظہور ہے۔

؎ در دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ است
آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ ﷺ است

سورۂ مائدہ میں فرمایا:

5) ﴿**اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ**﴾ (مائدہ:3) ’’آج ہم نے

تمہارا دین کامل کر دیا اور تمہارے لیے بطور دین اسلام کو پسند کیا"۔

حضور ﷺ کی ذات پر دین کی تکمیل بھی ہوئی اور نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور نہ تو کوئی نبی و رسول پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی نبوت و رسالت کی وحی آ سکتی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ آخر بھی ہیں۔ سب سے آخر آپ کا ظہور ہوا۔ خاتم النبیین، آپ ہی کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے آخری کتاب قرآن آپ پر ہی نازل کیا۔ آپ کا دین بھی آخری دین، آپ کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ دین۔ قیامت تک حضور ﷺ ہی کا دین باقی رہے گا۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا۔

6) ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (احزاب، 40)

"محمد ﷺ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں"۔

خاتم کا معنیٰ آخری رسول کے ہیں۔ میں عاقب ہوں۔ ﴿اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ﴾ "جس کے بعد کوئی نبی نہیں، میں انبیاء کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات اقدس پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا۔ آپ آخری رسول ہیں۔ یعنی حضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے اور اسی شریعت کا حکم کریں گے اور آپ ہی کے

قبلہ کعبہ معظّمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا قطعی اور بنیادی مسئلہ ہے۔ آپ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور ﷺ کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختم نبوت کا منکر ہوگا اور خارج از اسلام۔

ختم ہے سلسلۂ وحی و نزول جبرئیل
کوئی پیغام نہ آیا تیرے پیغام کے بعد

ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آیا اور آتا ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے نبوت' رسالت کو جاری رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام آئے، نوح علیہ السلام آئے، ابراہیم علیہ السلام آئے، مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام آئے، آتے ہی رہے، کیوں؟ یہ سب مقصودِ حقیقی نہ تھے اگر مقصود حقیقی ہوتے تو سلسلہ نبوت جاری رکھا جاتا۔ مگر حضور سرورِ کونین ﷺ کی ذات پر نبوت کو ختم کر دیا۔ آپ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا کیوں؟ یہ سب مقصودِ حقیقی نہ تھے اگر مقصودِ حقیقی ہوتے تو سلسلہ نبوت جاری رکھا جاتا۔ مگر حضور سرورِ کونین ﷺ کی ذات پر نبوت کو ختم کر دیا۔ آپ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ آپ مقصودِ حقیقی ہیں اور مطلوب رب ہیں۔ باعث تخلیق کائنات ہیں۔ نبوت آپ ہی کی مقصود تھی۔ مقصد حاصل ہو جائے تو کام ختم ہو گیا۔ اس لیے اب نہ کسی رسول کی ضرورت رہی نہ کسی نبی کی اور نہ شریعت کی۔ قرآن نے اعلان کر دیا۔ خاتم النبیین۔ اب تو آفتاب نبوت آ گیا۔ تاروں کی کیا ضرورت۔ اب تو دین کامل آ گیا اس لیے سب سابقہ شریعتیں منسوخ۔

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے

اور...... اب تو رسالت کا نیر اعظم اور ہدایت کا ماہِ تاباں آ گیا جس کا چشم فلک کو

عرصہ سے انتظار تھا۔

سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کیے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ علیم بھی:

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو سب سے زیادہ جاننے والے بھی حضور ﷺ ہیں اور اولین وآخرین کے تمام علوم ومعارف کے جامع بھی حضور ﷺ ہیں۔ غیب وشہادت حضور ﷺ کے پیش نظر ہے۔

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ جلی و خفی ہے

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی:

قرآن مجید میں فرمایا:

7) ﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝﴾ (رحمٰن: 1-4)

”رحمٰن نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا“۔

مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے حضور ﷺ مراد ہیں اور بیان سے علم ما کان وما یکون مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کیا ہوا اور جو آئندہ ہوگا سب کا علم حضور ﷺ کو عطا فرمایا اور سکھایا۔ اس لیے حضور ﷺ ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِیْمُ﴾ بھی ہیں۔ تفسیر خازن

؎ بلا ریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

حضور ﷺ عزیز ہیں:

﴿عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ ”تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے“۔

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صفت عزیز سے نوازا ہے۔ عزیز عَزَّ یَعُزُّ بفتح عین ہو تو اس کے معنی شاق اور سخت ہوں گے۔ عنت جس سے عنتم بنا کے معنی مشقت، ہلاکت، خطا و فساد کے ہیں۔ آیت کے معنی یہ ہوئے کہ حضور علیہ السلام عزیز ہیں یعنی امت کو تکلیف ہو تو آپ کو ناگوار ہوتی ہے جیسے حضور ﷺ سارے جہان کے لیے رحمت ہیں۔ ایسے ہی آپ ساری کائنات کے لیے عزیز بھی ہیں۔

عزیز، عزت سے ہو تو اس کے معنی قوت و شوکت اور غلبہ کے ہیں اور عزیز وہ ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں۔ اس بنا پر عزیز کے معنی ہوئے عزت والے شوکت والے۔ بیشک حضور ﷺ کی شوکت و عظمت (جو انہیں ان کے خالق و مالک نے عطا فرمائی ہے) کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

؎ فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں ؟
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

اسم محمد ﷺ کی خصوصیت:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (سورہ فتح: 29)

تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی کا نام محمد ﷺ نہ تھا۔ نہ انبیاء کا، نہ اصفیاء کا اور نہ عام انسانوں کا۔ صرف حضور ﷺ ہی وہ ہستی مقدس ہیں جن کا نام اللہ

تعالیٰ نے محمد ﷺ رکھا۔

8) ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل﴾ (آلِ عمران: 144)

"اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں"۔

انبیاء کرام کے ناموں پر غور کیجئے۔ آدم، عیسیٰ، یعقوب، یحییٰ، اسحٰق، نوح علیہم السلام روئے لغت صرف نام کے معنی و مفہوم سے نام والے (مسمیٰ) کی عظمت کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں ملتا۔

آدم (گندم گوں رنگ والا) نوح (آرام) اسحٰق (ہنسنے والا) یعقوب (پیچھے آنے والا) موسیٰ (پانی سے نکالا ہوا) عیسیٰ (سرخ رنگ)۔

لیکن حضور ﷺ کا نام محمد ﷺ کی شان ہی نرالی ہے۔ صرف نام کے لغوی معنی سے نام والے (مسمّٰی) کی عظمت و برتری کا اظہار ہو رہا ہے۔ محمد، احمد سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہوئے، تعریف کیا ہوا۔ یعنی محمد ﷺ ہی وہ ہستی مقدس ہیں جن کی تعریف و توصیف زمین و آسمان کی تمام مخلوقات نے کی ہے۔ یہ نام قدرت الٰہیہ کی طرف سے خود ایک معجزہ ہے کہ اس نام والا ضرور امام الانبیاء اور سرتاج کائنات ہے۔

؎ فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں ؟
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

وہ حضور ﷺ ہی ہیں جن کا نام کروڑوں انسانوں کی زبانوں پر جاری ہے۔ قلوب مسلمین میں اس نام کا احترام جاگزیں ہے۔ مساجد کے بلند میناروں سے اسی کا نام سنائی دیتا ہے۔ اذان و اقامت میں اسی کے نام کی گونج ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کا ثناء خوان ہے۔ حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام ہی مقام محمود، آپ ﷺ

کے شاہی جھنڈے کا نام لواء الحمد اور اسی مناسبت سے آپ ﷺ کی امت کا نام حمادون ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

9) ﴿عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:79)

’’قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں‘‘۔

حضور ﷺ مقام محمود پر فائز ہیں:

روزِ محشر حضور ﷺ کو ایک جھنڈا بارگاہِ الٰہی سے مرحمت ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا جھنڈا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اسی جھنڈے تلے ہوں گے۔ مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ جلوہ فرما ہو کر امت کی شفاعت کریں گے یا مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں حشر کے دن تمام انبیاء، اولیاء، اصفیاء، جن اور انسان حضور سرورِ کائنات ﷺ کی مدح وثناء اور تعریف وتوصیف کریں گے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

محمد، احمد، محمود ﷺ:

خلاصہ آیات یہ ہے کہ حضور محمد ﷺ ہیں۔ کل دنیا ان کی مداح سارا جہان ان کا ثناء خوان ہے۔ حضور ﷺ محمود بھی ہیں۔ آپ کی تمام صفات اور سیرت وصورت بھی محمود ہے۔ قول وعمل اور تعلیم وتربیت بھی محمود ہے۔ علم وفضل اور حسن وجمال بھی محمود ہے۔ وہ خود بھی محمود ہیں اور ان کا پیدا کرنے والا رب العالمین بھی محمود ہے۔

حضور ﷺ احمد بھی ہیں (احمد بھی حمد سے بنا ہے) احمد ﷺ وہ ہیں جنہوں نے

اپنے خالق اور اپنے مالک کی حمد وثناء سب سے بڑھ کر کی ہے اور اپنے رازق، اپنے ہادی، اپنے معطی کی تعریف وتکریم اور حمد ونعت کا ایک معیار قائم کیا..... مداحِ رسول سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ نبوت میں عرض کرتے ہیں۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُوا الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ

''اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا نام ان کی جلالت شان کی بناء پر اپنے نام سے مشتق کیا۔ تو عرش والا محمود ہے اور حضور محمد ﷺ ہیں''۔

؎ یہ اسم پاک چشمۂ فیضانِ عام ہے
نامِ خدا کے ساتھ یہ ہی ایک نام ہے

10) ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ (الصّف:6)

''اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں ان کا نام احمد ہے''۔

حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو حضور ﷺ کی بنام احمد بشارت دیتے ہوئے آئے۔ اس لیے قرآن میں حضور کا نام احمد (ﷺ) بھی ہے۔ جو حمد ہی سے نکلا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ ہی احمد ہیں جنہوں نے بارش کے قطرات، ریت کے ذرات سے بھی بڑھ کر اپنے خالق، مالک، رازق کی ثناء کی اور کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد فرمائی اور یہ عظیم وجلیل اعزاز بھی صرف حضور ﷺ کو حاصل ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر اپنے رب کے حامد ہیں اور سب سے زیادہ اپنے رب کی ذات وصفات کے عارف، جاننے والے ہیں۔ حدیث صحیح میں حضور ﷺ

نے فرمایا:

﴿اَنَا اَعۡرَفُكُمۡ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّكُمۡ لَهٗ خَشۡيَةً﴾ (ترمذی)

"میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کے حضور خشیت والا ہوں"۔

واضح رہے کہ معرفت وہ نور ہے جس کے ذریعے ذات وصفات الٰہی کی پہچان ہوتی ہے۔ جب اس مرتبہ پر کوئی فائز ہو جائے تو پھر وہ دلیل و برہان وسائط اور شواہد حتیٰ کہ ذات وصفات کی تفریق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ اگر حاصل ہے تو کائنات انسانی میں صرف حضور اکرم ﷺ کو حاصل ہے۔ شبِ معراج اسی معرفت کا عملی ظہور ہوا یعنی:

وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے ظاہر، وہی ہے باطن
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

حضور ﷺ صاحبِ حکمت ہیں:

11) ﴿وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ﴾ (نساء:113)

"اور آپ پر اللہ نے کتاب اور حکمت نازل کی"۔

کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور حکمت کے متعلق قرآن نے تصریح کی۔

12) ﴿وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِيَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا﴾ (البقرہ:269)

"جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی"۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو حکمت عطا فرمائی یعنی خیر کثیر سے نوازا۔ خیر کثیر میں ہر فضل و شرف اور کمال و خوبی آجاتی ہے۔ آیت

سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر کمال اور ہر فضل کے جامع ہیں۔ کوئی کمال ایسا نہیں جو حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات میں نہ پایا جاتا ہو یعنی:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کا مخزن بنایا ہے:

چنانچہ سورۂ فتح میں حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر اس امر کا واضح اعلان فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کو تمام دینی و دنیوی نعمتیں عطا فرما دی ہیں۔

13) ﴿وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ﴾ (فتح 2)''

ترجمہ: ''اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے''۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سب کچھ سکھا دیا ہے:

14) ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (نساء:113)

ترجمہ: ''اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے''۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم دی اور وہ سب کچھ حضور ﷺ کو سکھا دیا۔ جس کا حضور ﷺ کو علم نہ تھا۔ شاگرد استاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا ہے۔ استاد کامل ہو تو شاگرد میں بھی استاد کے علم و فضل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ جب حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ و شاگرد قرار پائے تو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے علم بے نہایت کے مظہر اور آئینہ دار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو کیا پڑھایا۔ کتنے علوم حضور ﷺ کے سینہ اقدس میں ودیعت رکھ دیئے۔ اسے کون سمجھ اور بتا سکتا ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب و شہادۃ کے ذرہ ذرہ کا علم حضور ﷺ کو عطا فرما دیا جس پر آیت کے الفاظ **﴿مالم تکن**

تعلم﴾ دلیل واضح ہے۔

؎ سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور ﷺ کا علم نسیان سے پاک ہے:

پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جن علوم و معارف سے آگاہ فرمایا۔ اس کے متعلق یہ بھی اعلان فرمایا کہ آپ کا علم بھول (نسیان) سے پاک و منزہ ہے۔

15) ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾ (اعلیٰ، 6+7)

”اے رسول ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ پھر آپ بھولیں گے نہیں مگر جو اللہ چاہے“۔

تفسیر خازن میں ہے یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ماشاء اللہ تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہی نہیں جو کچھ اللہ نے حضور ﷺ کو تعلیم دی ہے۔ حضور ﷺ اسے بھول جائیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کا علم، نسیان سے پاک ہے۔

حضور ﷺ پر اللہ کا بڑا فضل ہے:

16) ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ (نساء، 113)

”اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کے متعلق فرمایا۔

17) ﴿هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ (بقرہ: 255)

”اور اللہ ہی سے بلند بڑائی والا“۔

حضور ﷺ کے متعلق فرمایا۔ آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ حضور ﷺ کے خلق کے متعلق فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (قلم:4)

''بیشک آپ کی خو بڑی شان کی ہے''۔

دنیا و مافیہا کی نعمتوں اور سامانِ کائنات کے متعلق فرمایا۔

18) ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ﴾ (نساء:77)

''تم فرمادو دنیا کا برتنا تھوڑا ہے''۔

غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بھی عظیم، حضور سرور کائنات ﷺ کی سیرت پاک بھی عظیم اور حضور ﷺ کی ذات اقدس پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی عظیم اور اس کے مقابل اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات اور اس کے ساز و سامان کو قلیل فرمایا۔ جس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ جیسے اللہ عزوجل کے جمال و جلال اور عظمت و رفعت کا اندازہ لگانا انسان کے لیے ناممکن ہے ایسے ہی جو فضل و شرف اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے اس کی عظمت کو جاننا اور سمجھنا بھی انسان کی سرحدِ عقل سے باہر ہے۔

؎ محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا دنیا میں کوئی آیا نہیں ہے

حضور ﷺ کے فضل و شرف کی انتہا نہیں:

حضرت علامہ بوصیری قدس سرہ العزیز بارگاہِ رسالت کی عظمت میں کہتے ہیں۔

؎ فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

حضور سید المرسلین ﷺ کے فضل و کمال کی کوئی حد نہیں ہے جسے کوئی زبان بیان کر سکے۔ یہ شعر آیت بالا کی صحیح تفسیر ہے۔ بیشک فرشتوں نے انبیاء کرام نے صلحائے اُمت نے عام انسانوں نے حضور ﷺ کی نعت کہی۔ آپ کے اوصاف جمیلہ بیان

کئے مگر حضور ﷺ کے دفتر اوصاف سے ایک نقطہ بھی بیان نہ ہو سکا کیونکہ بیان کرنے والوں نے آپ کے فضل وکمال سے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ حد کے اندر ہے اور حضور ﷺ کے اوصافِ حمیدہ حد سے باہر ہیں ...... آیت بالا بتا رہی ہے کہ حضور ﷺ پر رب العالمین کا بڑا فضل ہے۔ اس بڑے فضل کا کنارا کسے ہاتھ آ سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی تعریف (حمد) حضور ﷺ ہی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی حضور ﷺ کی صفت اور حضور ﷺ کے مرتبہ ومقام کی عظمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا اور بیان فرما سکتا ہے۔

؎ تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا؟ کہوں تجھے

حضور ﷺ کی شرح صدر کی دولت بن مانگے عطا ہوئی:

19) ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ (انشراح:1)

"کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھول دیا"۔

آیت بالا سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شرحِ صدر کی نعمت سے نوازا۔ آپ ﷺ کے سینہ اقدس کو نور و معرفت کا خزینہ اور علم وحکمت کا گنجینہ بنا دیا۔ حضور ﷺ کے سینہ کو وہ سکون واطمینان عطا فرمایا کہ وہ فیض ربانی کا مرکز اور وحی (قرآن) جیسی جلالِ الٰہی سے لبریز چیز کا مخزن بن گیا۔ قرآن کی تصریح کی.... کہ اگر قرآن مجید پہاڑ جیسی سخت چیز پر نازل کیا جاتا۔

20) ﴿لَرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ (حشر:21)

"تو وہ وحی الٰہی کے جلال سے ریزہ ریزہ ہو جاتا"۔

مگر یہ رتبہ اور مرتبہ حضور ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ وحی جیسی پُر عظمت وجلال چیز کا

آپ کا قلب منور مخزن بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اس عظمت کا یوں اعلاج فرمایا۔

21) ﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (بقرہ:97)

"تو جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر قرآن اُتارا"۔

خوبی و شمائل میں ہر آن نرالا ہے
انسان تو ہے لیکن انسان نرالا ہے

جناب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں شرح صدر کی دُعا مانگی۔

22) ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ﴾ (طٰہٰ:25) ترجمہ:

"الٰہی میرا سینا کھول دے"۔

اللہ اکبر' حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کریں پھر ان کا شرح صدر ہوا اور حضور سرورِ انبیاء علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مانگے حضور ﷺ کا شرح صدر فرما رہا ہے۔ الم کا لفظ استفہام تقریری ہے یعنی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے تصدیق کا سوال فرما رہا ہے کہ اے رسول ﷺ محترم ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا؟ یعنی کھول دیا ہے اور علم و معرفت سے بھر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سینہ نبوی ﷺ میں علم و عرفان کے عظیم و جلیل سمندر رواں و دواں فرما دیئے؟ انہیں کون جان سکتا ہے اور بیان کر سکتا ہے۔

عرش تا فرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائی ہے امی تری دانائی کی

سورہ زمر میں فرمایا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

23) ﴿فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ (زمر:22)

"وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہیں"۔

یعنی ایسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ یقین و ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ ظاہر ہے

کہ حضور علیہ السلام کو یہ نعمت سب سے زیادہ عطا ہوئی۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا۔

﴿وَالیَقِینُ قُوَّتِی﴾ ''یقین میرا سرمایہ ہے''۔ (شفاء قاضی عیاض)

سورہ زاریات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

24) ﴿وَفِی الاَرضِ اٰیٰتٌ لِّلمُوقِنِینَ﴾ (زاریات:20)

''یقین والوں کے لیے زمین کے اندر نشانیاں ہیں''۔

یعنی دنیا و مافیہا میں اللہ تعالیٰ کی آیات، نشانات اس کی صناعی اور قدرت کا مشاہدہ اور معائنہ اور پھر اس مشاہدہ سے فائدہ حاصل کرنا اہل یقین ہی کا حصہ ہے۔ مشاہدہ اور معائنہ اور پھر مشاہدہ سے فائدہ حاصل کرنا اہل یقین ہی کا حصہ ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے سب سے زیادہ مشاہدہ کرنے والے اور جاننے والے ہیں۔

عالم میں کیا ہے وہ تجھے جس کی خبر نہیں
ذرہ ہے کونسا تری جس پر نظر نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی:

25) ﴿وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ﴾ (انشراح، 4)

''ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا''۔

یہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی کا ذمہ خود رب العالمین جل مجدہ نے اپنے ذمہ لیا۔ ایسے ہی جیسے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی اور اعلان فرمایا۔

26) ﴿اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُونَ﴾ (الحجر: 9) ''بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

تو جیسے قرآن کی حفاظت میں کوئی خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی حضور ﷺ کے

ذکر کی بلندی میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا تمام طاغوتی طاقتیں مجتمع ہو کر بھی آپ ﷺ کے ذکر کو روکنے اور اس کی بلندی کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو کبھی اور کسی حالت میں بھی کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ ذکر رسول کی بلندی کا محافظ خدا ہے۔

؎ فانوس بن کر جس کی حفاظت خدا کرے
وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن خدا کرے

ذکر رسول ﷺ کی رفعت کے متعلق ملکوتیوں کے سردار اور نوریوں کے شہنشاہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے رسول ﷺ کے ذکر کو اس طرح بلند فرمایا۔

﴿اِذا ذُکِرتَ ذُکِرتَ مَعِی﴾ (خصائص کبریٰ، ج:2، ص:192)

"جب میرا ذکر کیا جائے تو اے رسول ﷺ آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا"۔

صحابی رسول ﷺ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا۔ کوئی خطیب، کوئی کلمہ پڑھنے اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے اقرار و شہادت کے ساتھ حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار ورشہادت نہ دے۔

؎ خطبات میں، کلموں میں، اقامت میں، اذاں میں
ہے نام الٰہی سے ملا نام محمد ﷺ

پس ذکر رسول ﷺ ذکر خدا ہے جہاں ذکر خدا ہے وہاں ذکر مصطفیٰ ﷺ بھی ہے۔ یعنی کان جدھر لگایئے ان کی ہی داستان ہے۔

؎ ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

حضور ﷺ کی ذات وصفات کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے:

لطف کی بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اپنی حفاظت میں لیا ہے، ایسے ہی صاحب قرآن حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کی حفاظت ونگرانی بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر اعلان فرمایا۔

27) ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (مائدہ:67)

''اور اللہ تمہاری نگہبانی فرمائے گا لوگوں سے''۔

28) ﴿اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ﴾ (بنی اسرائیل:60)

''سب لوگ اللہ کے قابو میں ہیں کہ آپ پر دسترس پائیں''۔

29) ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ (طور:48)

''اے محبوب رسول ﷺ آپ اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہیے بے شک آپ ہماری نگہداشت میں ہیں''۔

سبحان اللہ قرآن جو اللہ کا کلام اور انسانیت کے لیے آخری دستور حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لحافظون فرما کر اسے ابدی طور پر اپنی نگرانی میں لے لیا۔ تو اسی طرح جس ہستی مقدس کو اللہ تعالیٰ نے رسول کل اور نبی آخر بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اسے بھی يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فرما کر اپنی ازل حفاظت میں لے لیا۔

قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

30) ﴿لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾ (حم سجدہ:42)

''باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے نہ اس کے پیچھے سے''۔

31) ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ

یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ﴾ (بنی اسرائیل 88:) ''تم فرماؤ'' اگر جن وانس اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لاسکیں گے''۔

تو جب قرآن حفاظت خداوندی میں آنے کی وجہ سے تحریف و تبدیل، کمی وزیادتی اور باطل کی آمیزش سے محفوظ، بے مثل و بے مثال ہو گیا۔ تو ایسے ہی حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اعزاز پا کر ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ اور بے مثل و بے مثال ہو گئے۔ جیسے قرآن کا مثل لانا ناممکن ہے۔ ایسے ہی حضور ﷺ کی مثال دکھانا بھی ناممکن ہے۔ جیسے قرآن ایک محفوظ کتاب ہے ایسے ہی حضور ﷺ کا قول و عمل، سیرت و کردار بھی رہتی دنیا تک محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ جیسے قرآن، رب ذوالجلال کا کلام اور نوع انسانی کے لیے آخری ضابطہ حیات ہے۔ ایسے ہی حضور ﷺ نورِ الٰہی اللہ کے آخری رسول اور ساری کائنات کے لیے روشنی کا مینار ہیں کیوں؟ اس لیے کہ حضور ﷺ کی ذات اور حضور ﷺ کی صفات بھی قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام انبیاء پر درجوں بلندی عطا فرمائی ہے:

32) ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ (البقرہ:253)

''یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا''۔

اس آیت میں اس امر کا اظہار ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب جداگانہ ہیں۔ بعض حضرات بعض سے افضل ہیں اگرچہ نبوت میں سب برابر ہیں مگر کمالات وفضائل میں ایک کو دوسرے پر برتری حاصل ہے (خازن ومدارک) ﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ سے حضور سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا علیہ السلام کی ذات گرامی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سب انبیاء پر رفعت وعظمت بخشی ہے۔ قرآن نے درجوں کے شمار کا ذکر نہ کیا۔ جس سے واضح ہوا حضور ﷺ کا مرتبہ ومقام اتنا بلند وبالا ہے جو کسی کے وہم وخیال میں نہیں آسکتا اور آپ کے درجہ کی بلندی کا ادراک انسان کی سرحد عقل سے باہر ہے۔

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا
نیرِ نور تم سارے رُسل تارے ہیں

حضور ﷺ فضل وشرف اور تمام کمالات کے پیکر حسین ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ﴿اَنَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ﴾ (بیہقی)

"میں سارے جہان کا سردار ہوں"۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ سید المرسلین ہیں:

33) ﴿يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾ (یٰسین)

"اے یٰسین، اے سردار مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک آپ مرسلوں سے ہیں"۔

حضور ﷺ سید ہیں۔ انہیں ان کے رب نے پیدا ہی سیادت (سرداری) کے لیے کیا.... مگر سید کہلانے سے ایسے ہی بے نیاز ہیں جیسے اللہ رب العزت رب کہلانے سے بے نیاز۔ کوئی کہے یا نہ کہے، کوئی مانے یا نہ مانے، اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور اس کا محبوب سید العالمین ﷺ ہے۔ حضور سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اَنَا سَیِّد وُلدِ آدَمَ﴾ (مسلم وابوداؤد)

”روزِ قیامت میں تمام آدمیوں کا سردار ہوں“۔

وُلد وَلد کی جمع ہے ظاہر ہے کہ وُلدِ آدم کے دائرہ میں ہر بشر، ہر انسان، ہر آدم داخل ہے۔ جملہ اولین و آخرین اس جملہ میں شامل ہیں۔ خود سیدنا آدم علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں جس کی تصریح خود حضور ﷺ نے فرمائی ہے کہ:

﴿آدم وَمَنْ دُوْنَہٗ تحتَ لِوَائِی﴾ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

”آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے“۔

؎ سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس تو سید الاولین و آخرین ہے مگر حضور ﷺ سے فیض پا کر اور مشکوٰۃ نبوت سے نور و بصیرت کی دولت حاصل کرنے والے نفوسِ قدسیہ بھی سیادت کے شرف سے مشرف ہو گئے۔ حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا۔

﴿سَیِّدَ شَبَابِ اَھلِ الْجَنَّۃ﴾ (ترمذی)

”جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں“۔

حضور ﷺ کے وزراء کرام امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بارگاہِ نبوت سے اسی اعزاز سے مشرف ہوئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿ھذَانِ سَیّدَ اکُھُولِ اَھلِ الجَنَّۃِ مِنَ الاَوَّلِینَ وَالآخَرِینَ﴾ (ترمذی)

"ابوبکر و عمر جنت کے ادھیڑ عمر کے افراد کے سردار ہوں گے"۔

اصدق الصادقین سید المتقین
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ کل جہان کے لیے رسول ہیں:

انبیاء و سابقین خاص اپنی قوم کے لیے رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے۔ قرآن مجید نے تصریح کی کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول نہ بھیجا۔

34) **﴿اِلَّا بِلِسَانِ قَومِہٖ﴾** (ابراہیم:4)

"مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے"۔

جناب نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا **اِلٰی قَومِہٖ**، حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق فرمایا **اِلٰی عَادٍ** حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق فرمایا **اِلٰی ثَمُودٍ**، حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق **اِلٰی مدین**، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا **اِلٰی فِرعَونَ** فرمایا ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا **عَلٰی قَومِہٖ** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا **اِلٰی بنی اسرائیل** تو ہر نبی اور رسول خاص اپنی قوم کے لیے رسول و نبی بنا کر بھیجا گیا...... لیکن حضور سید المرسلین علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

35) ﴿مَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا﴾ (السبا' 28)

"نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر ساری کائنات کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر"۔

36) ﴿اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا﴾ (الاعراف' 158)

"اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں۔ تم سب کی طرف"۔

37) ﴿لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرًا﴾ (الفرقان: 1)

"(ہم نے آپ کو) سارے جہان کے لیے (نذیر) ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث کیا"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے رسول ہیں۔ (مدارج النبوۃ)۔ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

﴿مَا مِنۡ شَیٔ اِلَّا یَعۡلَمُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ﴾

"کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو"۔

؎ چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہ ہی سرکار ہے

انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا:

یہ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بہت بڑی فضیلت اور خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے حضور ﷺ کی ذاتِ والا صفات پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا۔

38) ﴿وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ﴾ (آل عمران: 81)

''اے محبوب یاد کیجئے جب خدا نے تمام انبیاء سے عہد لیا''۔

اور تمام انبیاء کرام نے بحضور رب العالمین حضور پر ایمان لانے کا عہد کیا اور ایک دوسرے پر گواہ بنے۔

39) ﴿وَاَنَا مَعَکُمۡ مِنَ الشّٰھِدِیۡنَ﴾ (آل عمران:81)

''اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی ذات کو گواہوں میں شامل فرمایا''۔

حضور ﷺ کی دنیا میں آمد سے قبل:

آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعا کی جاتی تھی:

اسی عہد کے مطابق تمام انبیاء کرام اپنی اپنی مجالس میں حضور ﷺ کی مدح وثنا فرماتے رہے اور اپنی اپنی امتوں سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیتے رہے۔

حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہوئے تشریف لائے (ابن جریر) حتیٰ کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل:

40) ﴿وَکَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ یَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا﴾ (البقرہ:89)

''کافروں پر حضور ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے''۔

آیت نمبر 38 کی توضیح ہی میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے آج اگر جناب موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری اطاعت اور:

﴿مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اَنۡ یَّتۡبَعُنِیۡ﴾ (احمد دارمی)

''میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی''۔

خلق سے اولیاء اولیاء سے رُسل
اور رسولوں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ ساری خدائی کے لیے رحمت ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

41) ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (الانبیاء، 107)

"اے محبوب ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے"۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا جو کچھ ہے۔ انبیاء، اولیاء، اصفیاء، زمین و آسمان، چاند، سورج، نباتات و معدنیات وغیرہ سب عالم میں شامل ہیں اور حضور ﷺ ان سب کے لیے ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ اسی لیے اولیاء کاملین و علماء دین فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک، ابتداء سے قیامت تک جس کسی کو جو نعمت و دولت ملی ہے آئندہ ملے گی سب حضور ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے۔

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ کی

حضور ﷺ ہادی انسانیت ہیں:

42) ﴿وَاِنَّكَ لَتَهۡدِىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ (شعراء:52)

"بیشک آپ سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں"۔

ہدایت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ کسی کے دل میں ہدایت کو پیدا فرما دینا (خلق) یہ صفت تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہدایت کے دوسرے معنی ہیں کہ حق کی دعوت دینا و تبلیغ کرنا۔ دلائل و براہین سے حق کی حقانیت کو ظاہر کرنا اپنی خداداد اور روحانیت، اپنے کردار اور سیرت کی پاکیزگی، اپنے افعال

حمیدہ واقوالِ حکیمہ سے محض مخلوق کی خیر خواہی کے لیے انہیں سیدھا راستہ دکھانا۔ آیت بالا میں حضور ﷺ کو اسی معنی میں ہادی فرمایا گیا ہے۔

حضور ﷺ کی ہدایت کا انداز بھی بے مثل و بے مثال تھا۔ کشادہ روئی، خلق عظیم، شیریں کلامی، واضح بیانی ایسی کہ جو لفظ بھی زبان نبوت سے نکلتا دشمن بھی موم ہو جاتا اور سننے والے کے قلب میں علم وعرفان کے دریا موجزن ہو جاتے۔ وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو انقلاب عظیم برپا کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ زمین ہموار تھی اور حضور ﷺ کو باصلاحیت ساتھی مل گئے تھے۔ اگر وجہ یہ ہوتی تو قرآن حضور ﷺ کو مُزکی کبھی نہ قرار دیتا۔ قرآن نے حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اعلان فرمایا۔

حضور ﷺ مزکی عالم ہیں:

43) ﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (جمعہ:2)

"انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں"۔ تزکیہ کا تعلق دل سے ہے یعنی حضور ﷺ کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کے قلوب کو عقائد باطلہ، اخلاق رذیلہ اور اعمال خبیثہ سے پاک وصاف فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ نبی اُمی:

حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ نبی اُمی ہیں۔ کتاب مجید نے بھی آپ کو اسی لقب سے یاد کیا ہے اور آپ کا یہ ہی لقب انبیاء کرام واُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے۔ اگرچہ از روئے لغت اُمی کے معنی ان پڑھ کے بھی ہیں مگر حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے لیے یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ آپ نہ کسی کے شاگرد ہیں اور نہ جن وانس وملائکہ میں آپ کا کوئی استاد ہے آپ کا علم وفضل خاص عطیہ خداوندی ہے۔

آپ کو شاگردی کا شرف صرف رب العالمین سے حاصل ہے۔

44) ﴿اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ﴾ (الاعراف' 157)

''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی''۔

امی دقیقہ دان عالم
بے سایہ سائبانِ عالم

حضور ﷺ سراجِ منیر ہیں:

تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ اخلاق وتہذیب سے نابلد' پاک وناپاک' جائز وناجائز' شائستہ وناشائستہ کی تمیز سے ناآشنا۔ ان کی زندگی گندی' ان کے طریقے وحشیانہ' زنا' جوا' شراب' چوری' رہزنی' قتل' خون ریزی' ان کا معمول۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے ننگے نہاتے' ان کی عورتیں برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتیں وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے ہیں۔ محض اس خیال کی بنا پر کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے۔ وہ اپنے باپوں کے مرنے کے بعد اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کر لیتے۔ انہیں کھانے' لباس اور طہارت کے معمولی آداب بھی معلوم نہ تھے۔ دنیا جہان کی جہالتیں اور ضلالتیں ان میں جمع تھیں۔ بت پرستی' ارواحِ پرستی' کواکب پرستی' درخت' پتھر حتیٰ کہ گوبر پرستی ان پر رائج تھی۔ جاہل ایسے کہ ستو کے بُت بناتے اور جب بھوک لگتی تو انہیں کا ناشتہ کر لیتے۔ ایسے جاہل' سرکش' غیر متمدن لوگوں کی اصلاح کا فرض حضور علیہ السلام کو سونپا گیا۔ ماحول سازگار نہ تھا۔ انسان باصلاحیت نہیں تھے۔ جہانگیر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں حضور ﷺ سرورِ کائنات' فخر موجودات' ہدایت وبصیرت کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔

قرآن نے اعلان کیا:

45) ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ (الاحزاب‘45)

”اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر اور ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب“۔

دنیا کے بڑے بڑے انقلابی لیڈروں کا کارنامہ صرف یہ ہوتا ہے کہ فضا موجود ہوتی ہے، ماحول سازگار ہوتا ہے۔ اسٹیج اور کام پہلے سے تیار ہوتا ہے پھر وہ اپنے نظریہ کو پھیلاتے اور اپنے مشن میں کامیاب ہوتے ہیں اور ناکام بھی ..... لیکن حضور ﷺ صرف ایک عام انقلابی لیڈر کی طرح ہرگز نہ تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ ہی کے سراجِ منیر ہیں۔ یہ خصوصیات تمام مذہبی و غیر مذہبی رہنماؤں میں صرف حضور سید المرسلین ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ جو انقلاب آپ ﷺ نے برپا فرمایا۔ اس کے لیے نہ مواد اور نہ لوگوں میں عملی استعداد اور نہ مطلب کے آدمی، حضور ﷺ تن تنہا تھے۔

ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار تھا

حضور ﷺ نے اپنی خداداد صلاحیت سے خود ہی فضا پیدا کی اور خود ہی مواد، حالات کی رفتار کا رُخ موڑ کر اس راستہ پر چلایا جس پر آپ چلانا چاہتے تھے۔ اس شان کا، تاریخ ساز رسول اور ایسے عظیم مرتبہ کا نبی کل جہان میں حضور ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

؎ سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کیے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ ہر خوبی و کمال کا خزانہ ہیں:

46) ﴿اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ﴾ (کوثر:1)

"اے محبوب ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں"۔

آیت بالا سے واضح ہے کہ حضور ﷺ فضل و شرف، عزت و کرامت کا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فضائل کثیرہ عطا کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی۔ نسب عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی اور حکمت بھی، علم و معرفت بھی اور شفاعت و وجاہت بھی، حوض کوثر بھی اور مقام محمود بھی۔ کثرتِ اُمت بھی اور دشمنوں پر غلبہ بھی۔ غرضیکہ بے حد و شمار فضیلتوں اور نعمتوں سے حضور ﷺ کو نوازا۔

؎ حسن یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ:

بحالت نماز آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھنا ممنوع ہے۔ حدیث میں اس فعل پر وعید شدید وارد ہوئی ہے کہ جو بحالت نماز آسمان کی طرف نظریں اُٹھاتا ہے۔ اسے ڈرنا چاہیے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے نور کو نہ سلب فرمالے (بخاری)... یہ قاعدہ تو عام لوگوں کے لیے ہے خواہ وہ بزرگی کے کتنے ہی بلند مرتبہ پر فائز ہوں مگر حضور سید عالم ﷺ کی شان نرالی ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں حضور ﷺ کے اعزاز کا یہ عالم ہے کہ اگر حضور ﷺ کی بحالتِ نماز اپنی نظروں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے۔ ہم تمہاری مرضی پوری کر دیں گے۔

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضور ﷺ کو خوش کرنے کے لیے کعبہ ابراہیمی کو قبلہ مقرر کیا گیا:

47) ﴿قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا﴾ (البقرہ:144)

"ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے"۔

اگر لوگ بحالت نماز اپنی نظریں اٹھائیں تو انہیں وعید سنائی جائے کہ اندھا کر دیا جائے گا مگر حضور محبوبِ خدا ﷺ بحالتِ نماز ہی نظریں اُٹھائیں تو فرمایا جاتا ہے تمہاری خوشی پوری کر دی جائے گی.... حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ حضور علیہ السلام نے بھی سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی ہے۔ ایک روز حضور ﷺ ظہر یا عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ قلبِ اقدس میں خیال آیا کہ کعبہ قبلہ ہو جائے۔

حضور سید عالم ﷺ کو کعبہ ابراہیمی کا قبلہ بنایا جانا پسند تھا۔ اسی بنا پر حضور ﷺ نے بحالتِ نماز آسمان کی طرف نظریں اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی رضا جوئی کے لیے بیت المقدس جو قدیم سے تمام انبیاء کرام کا قبلہ تھا اس کی قبلیت کو منسوخ کر دیا اور حضور ﷺ کی مرضی کے مطابق کعبہ ابراہیمی کو قیامت تک کے لیے قبلہ مقرر فرما دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کی رضا مقصود و مطلوب ہے۔ رضائے محبوب کے لیے کعبہ ابراہیمی قبلہ بنا۔ کعبہ کو آج جو یہ عظمت حاصل ہے کہ

روئے زمین کے اصفیاء، اولیاء اور بندگانِ خدا اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ یہ سب حضور ﷺ کا عطیہ اور فیضان ہے۔

ہوتے کہاں خلیل و بناء کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

48) ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ (ضحی:4-5) "اور بیشک پچھلی (گھڑی) تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔ قریب ہے تیرا رب تجھے اتنا دے کہ تو راضی ہو جائے"۔

آیت بالا میں امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب رسول ﷺ سے یہ وعدہ ہے کہ دنیا و آخرت میں آپ کے مرتبہ کو ترقیاں عطا فرمائے گا۔ روز بروز آپ کے درجے بلند فرمائے گا۔ عزت پر عزت، منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ساعت بساعت آپ کی عظمت میں اضافہ ہوتا رہے گا..... حضور ﷺ کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی۔ آخرت میں آپ کی شانِ محبوبی کا اظہار ہوگا۔ مقامِ محمود، حوضِ کوثر، مرتبہ شفاعت، تمام انبیاء و اصفیاء پر برتری اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں حضور ﷺ کو عطا ہوں جو بیان سے باہر ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

﴿اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ...... كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ﴾

"اس دن عزت و کرامات کی کنجیاں مرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں انبیاء کا امام و خطیب اور ان کا شفیع ہوں گا"۔ (خصائص کبریٰ، ج:2، ص:224)

شہرِ یارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

تعظیم وتوقیر رسول ﷺ کے بغیر عبادت الٰہی بیکار ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو فرض قرار دیا ہے سارے جہان سے زیادہ حضور ﷺ کو عزیز رکھنا ایمان ہے اور جو حضور علیہ السلام سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے وہ مسلمان نہیں ہے۔

؎ محمد ﷺ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

سورۂ توبہ میں فرمایا:

اے نبی تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر۔

حضور ﷺ سے محبت عین ایمان ہے:

(49) ﴿اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (توبہ:24)

”تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتار دے اور اللہ تعالیٰ بے حکمتوں کو راہ نہیں دیتا“۔

؎ محمد ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادرِ جان و مال اولاد سے پیارا

اس آیت سے واضح ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی بھی چیز اللہ ورسول سے زیادہ عزیز ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے راہ نہیں دے گا اسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے۔

اسی آیت کی تفسیر میں خود سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا یُومِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾ (بخاری)

”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے باپ‘ اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں“۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سورہَ فتح میں فرمایا:

50) ﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا﴾ (فتح:9)

”اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو“۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب سے پہلے اللہ ورسول پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر کا حکم ہے۔ اس کے بعد تیسرے درجہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے... ایمان اور عبادت کے بیچ میں اپنے محبوب

رسول ﷺ کی تعظیم کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ بغیر ایمان تعظیم رسول ﷺ کار آمد نہیں ہے اور بغیر تعظیم رسول ﷺ عبادتِ الٰہی بیکار ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی تعظیم و توقیر آپ سے عقیدت و محبت مدارِ ایمان، مدارِ نجات اور مدارِ قبولیت اعمال ہے۔ تعظیم رسول ﷺ کے بغیر عبادت مقبول نہ کوئی نیک عمل باعثِ اجر و ثواب۔

جناب مصطفیٰ ﷺ ہوں جس سے ناخوش
نہیں ممکن کہ ہو اس سے خدا خوش

اپنی ذات کے شاہد و شہید ہونے کی تفسیر میں حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ شَیٍ لَمْ اَکُنْ رَاَیْتُهٗ اِلَّا وَقَدْ رَاَیْتُهُمْ مِنْ مَّقَامِیْ هٰذِهٖ حَتّٰی الْجَنَّةِ وَالنَّارِ﴾ (مسلم) "جو چیز بھی میں نے نہیں دیکھی اس کو یہیں سے دیکھ لیا حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی"۔

حضور ﷺ شاہد و مبشر ہیں:

آیت بالا میں حضور سید المرسلین ﷺ کی دو اہم صفتوں کا ذکر ہے۔ اول شاہد گواہ، محدث کبیر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز ﴿وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں...... کہ نبی اکرم ﷺ کے شاہد ہونے کے معنی یہ ہیں حضور ﷺ اپنے نورِ نبوت سے اپنی امت کے ہر فرد کے نیک و بد اعمال، دل کا حال و احوال، ایمان و نفاق وغیرہ سے مطلع ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ کی گواہی اُمت کے حق میں دنیا و آخرت میں مقبول ہے۔ (تفسیر عزیزی، ص:676)

قرآن مجید میں اعلان کیا گیا کہ حضور علیہ السلام غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع فرمایا ہے۔

51) ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (تکویر:24)

"اور یہ نبی ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں"۔

حضور ﷺ کو غیب کا علم عطا ہوا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (آلِ عمران:179)

"اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے"۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور حضور حبیب خدا ﷺ رسولوں میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اس آیت سے اور اس کے سوا متعدد آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کا عالم ہونا حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔

دوم مبشر' بشارت دینے والا۔ کسی چیز کی بشارت اور خوشخبری وہی دے سکتا ہے جو عالم ہو۔ حضور ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

﴿لَكَ الْجَنَّةُ عَلَيَّ يَا طَلْحَةُ غَدًا﴾ (بخاری ترمذی)

"کل تمہارے لیے جنت میرے ذمہ ہے"۔

ایک مقدس صحابی حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے لیے وضو کا پانی پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مانگو۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور ﷺ میں آپ سے سوال کرتا ہوں۔

﴿اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ﴾ (مسلم)

"کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں"۔

؎ سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو
معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھے

عشرہ مبشرہ جن میں خلفاء راشدین حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمانِ غنی، علی مرتضیٰ، دس صحابہ کرام ہیں جنہیں اسی دُنیا میں حضور سید المرسلین ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضور ﷺ اللہ کی نعمتوں کے قاسم ہیں:

52) ﴿وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (توبہ:74)

”انہیں کیا برا لگا یہ ہی کہ انہیں دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے“۔

؎ میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

53) ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (توبہ:59)

”کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے اللہ اور رسول کے دیئے پر“۔

غور طلب بات دونوں آیتوں میں یہ ہے۔ غنی کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ معطی حقیقی ہے مگر دونوں آیتوں میں نعمتوں کے عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف بھی کی اور اپنے مقدس رسول ﷺ کی طرف بھی۔ آخر کیوں؟

صرف اس امر کے اظہار کے لیے:

؎ بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللہ کی نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملتی ہیں:

54) ﴿اَنعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ﴾ (احزاب:37)

"اللہ نے اسے نعمت بخشی اور نبی تو نے اسے نعمت دی"۔

غور کیجئے۔ منعمِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر آیت بالا میں بھی حضور ﷺ نعمت دینے والا قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور برکتیں حضور ﷺ ہی کے وسیلہ اور صدقہ سے ملتی ہیں اور ملتی رہیں گی۔

بے اُن کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضور ﷺ دافع البلاء ہیں:

55) ﴿وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡھِمۡ﴾ (الانفال:33)

"اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ انہیں عذاب دے اس حال میں کہ اے محبوب آپ ان میں رونق افروز ہیں"۔

آیت بالا میں حضور فخرِ موجودات ﷺ کی محبوبیت کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ بابرکات کو دفعِ بلاء و عذاب کا سبب بنایا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن نے یہ تصریح کی ہے کہ بارگاہِ نبوت میں حاضری قبولِ توبہ کا سبب اور گناہوں کی مغفرت کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

56) ﴿وَلَوۡ اَنَّھُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَھُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَھُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا﴾ (نساء:64) "اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تیرے حضور حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے معافی مانگیں تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"۔

غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اسے اختیار تھا کہ یونہی گناہ معاف فرما دے مگر حضور ﷺ کے مرتبہ کے اظہار کے لیے فرمایا جاتا ہے کہ توبہ قبول کرانا چاہو تو ہمارے محبوب ﷺ کے دربار حاضر ہو کیوں؟ یہ بتانے کے لیے:

مفلسو! تھام لو دامن ان کا
یہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر توبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور حضور ﷺ کی طرف کرتے تھے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تصویر دار غالیچہ خریدا۔ حضور ﷺ باہر سے تشریف لائے۔ دروازہ پر رونق افروز رہے۔ گھر کے اندر قدم نہ رکھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب چہرہ اقدس پر اثر ناراضگی پایا تو عرض کرنے لگیں۔ ﴿یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ مَا ذَا اَذْنَبْتُ﴾ (مسلم و بخاری)

یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صفت رحمت سے مشرف فرمایا:

57) ﴿یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:74)

نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ﴾ (ابو داؤد، ترمذی)

"کرومہربانی تم اہل زمیں پر خدامہرباں ہوگا عرش بریں پر"۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا......

﴿لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا﴾ (ترمذی)

"جو کوئی ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کرتا، جو ہمارے بڑے کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں"۔

حضور ﷺ کی ذات اقدس پر الزامات واعتراضات کا جواب خود رب العزت العالمین نے فرمایا:

قرآن مجید سے واضح ہے کہ انبیاء وسابقین علیہم السلام سے اُن کی اُمت کے افراد جاہلانہ گفتگو کرتے، سخت کلامی، بیہودہ گوئی سے کام لیتے حتیٰ کہ ان کی ذاتِ معصوم پر زنا تک کی تہمت لگانے سے بھی نہ جھجکتے، حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم نے یوں خطاب کیا۔ ہم تمہیں احمق اور کذاب خیال کرتے ہیں (اعراف:66)

حضرت ہود علیہ السلام سے ان کی قوم نے یوں خطاب کیا۔ ہم تمہیں احمق اور کذاب خیال کرتے ہیں (اعراف:66) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا۔ اے موسیٰ ہم تم کو سحر زدہ تصور کرتے ہیں (بنی اسرائیل:101) کفار و منافقین کا یہ گستاخانہ انداز من وعن قرآن مجید میں درج ہے.....مگر محبوب رب العالمین رحمۃ للعالمین حضور سرورِ کائنات ﷺ کی شان نرالی ہے۔

؎ کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرہ ہے کلی جس میں حسین حسن پھول

رب العالمین جل جلالہٗ کی اپنے مقدس رسول ﷺ پر فضل وکرم کی انتہاء یہ ہے

کہ جب کبھی کفار و منافقین نے حضور ﷺ کی بے ادبی کی۔ آپ پر کوئی الزام لگایا۔ زبان درازی کی، حضور ﷺ کی شان کے خلاف زبان پر غیر مناسب جملے لائے تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس سنت سے مسلمانوں کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ جب بھی کسی طرف سے شانِ رسول ﷺ کو گھٹانے یا ان کی بارگاہ میں بے ادبی کا مظاہرہ ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کی مدافعت کریں۔ حضور ﷺ کی حمایت اور حضور ﷺ کے فضل و شرف کے اظہار و اعلان کے لیے ہر وقت اور زمانہ اور ہر لمحہ میں کمر بستہ رہیں۔

کفار نے حضور ﷺ پر شاعر، کاہن، مجنون ہونے کا الزام لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔

58) ﴿مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ﴾ (قلم:2)

"تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں"۔

59) ﴿فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ﴾ (طور:29)

"تم اپنے رب کے فضل سے کاہن نہیں"۔

60) ﴿مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ﴾ (یٰسن:9)

"اور ہم نے اپنے رسول ﷺ کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ان کی شان کے لائق ہے"۔

واضح رہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور ﷺ کو شعر اور اس کے قواعد و ضوابط کا علم نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا، کیونکہ عموماً شعراء کا کلام، مبالغہ، جھوٹ، خلافِ واقعہ امور پر مشتمل ہوتا ہے اور حضور ﷺ کا دامن تقدس اس سے پاک ہے۔ حضور ﷺ کو تو علومِ کائنات عطا ہوئے ہیں۔ اس

لیے اس آیت سے حضور ﷺ کے لیے کسی بھی چیز کے علم کی نفی مراد لینا غلط اور قرآن مجید کی متعدد آیات کی تصریحات کے خلاف ہے۔

؎ وہ کمال حسن حضور ﷺ ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وحی کے آنے پر دیر ہوئی تو کافر بولے۔ اللہ نے رسول ﷺ کو چھوڑ دیا اور دشمن بنالیا ہے۔ خداوند قدوس نے جواب دیا۔

61) ﴿وَالضُّحٰی ۝ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝﴾ (والضحیٰ:1-3)

"قسم ہے اے محبوب تیرے روئے روشن کی اور قسم ہے تیری زلف عنبریں کی جب وہ تیرے چمکتے رُخساروں پر بکھر آئیں۔ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا نہ مکروہ جانا"۔

؎ واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا
والشّمس ہے ترے رُخِ پُر نور کی قسم

بعض مفسرین نے فرمایا۔ ضحیٰ سے نورِ جمال مصطفیٰ ﷺ کی طرف اشارہ ہے اور لیل کنایہ ہے۔ حضور ﷺ کے گیسوئے عنبریں سے۔ (روح البیان)

؎ ہے وہ کلامِ الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرہ نورافزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زُلف دوتا کی قسم

حضور سید عالم ﷺ کے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو کفار نے حضور ﷺ کو ابتر منقطع النسل کہا۔ یعنی یہ کہا کہ اب آپ کی نسل نہیں چلے گی۔ آپ کا چرچا ختم ہو جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر نازل فرمائی اور اس کے ابتدا میں

فرمایا ﴿اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ﴾ ہم نے آپ کو بیشمار خوبیاں (خیر کثیر) عطا فرمائیں۔ بیشمار فضائل عطا کر کے تمام مخلوق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا اور حسن باطن بھی، نسب عالی بھی اور نبوت و حکمت بھی اور کتاب (قرآن) دیا۔ شفاعت کا اعزاز، حوض کوثر، مقامِ محمود، کثرت اُمت اور فتح و نصرت، دشمنوں پر غلبہ اور بیشمار فضیلتیں بخشیں۔

؎ عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ ﷺ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ ﷺ کی

آپ تو حسن و خوبی، جمال و کرم کے پیکر حسین ہیں اور آپ کا نام تو ہمیشہ بلند اور آپ کا ذکر ہمیشہ جاری رہے گا۔ اب جو آپ کو ابتر کہتا ہے تو آپ ابتر نہیں ہیں بلکہ کہنے والا ہی ابتر اور دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہے۔

62) ﴿اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ﴾ (کوثر:3)

"بیشک آپ کا جو دشمن ہے وہ ہر خیر سے محروم ہے"۔

حضور ﷺ کی شان تو سب سے اعلیٰ ہے اور ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔ ان کا ذکر نہ رُک سکتا ہے اور نہ ان کا نام مٹ سکتا ہے۔

؎ جبینِ عرش پہ لکھا ہوا ہے نام ترا
خدا کے بعد ہے سب سے بڑا مقام ترا

ابن ابی ملعون نے کہا: ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم جو کہ بڑی عزت والے ہیں نکال دیں گے جو نہایت ذلت والا ہے۔ ذلت والوں سے مراد اس کی حضور ﷺ اور مسلمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس منافق کو جواب میں فرمایا۔

63) ﴿وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ﴾ (منافقون:8) "عزت تو ساری

خدا اور رسول کے لیے ہے"۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

بارگاہِ خداوندی میں حضور علیہ السلام کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جب کفار و منافقین آپ کی تکذیب کرتے، حق و صداقت کو قبول نہ کرتے تو حضور ﷺ کو رنج ہوتا.... اور وہ پاک، بے نیاز سارے جہان کا رب جل مجدہ ان الفاظ سے حضور کی تسلی خاطر فرماتا۔

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ﴾ (انعام:33)

"ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ (کافر) کہہ رہے ہیں"۔

جتنا میرے خدا کو ہے میرا نبی ﷺ عزیز
کونین میں کسی کو نہ ہو گا کوئی عزیز

حضور ﷺ کی مزید عزت افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ لوگ طرح طرح کے الزام لگا کر آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ انہیں ہی ذلت کا عذاب دیا جائے گا اور دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔

64) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾ (احزاب:57)

"بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

واضح رہے کہ اللہ عزوجل ایذاء سے پاک ہے، اسے کون ایذا دے سکتا ہے مگر حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایذا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو

ایذا پہنچانا حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا ہے۔ ایسے شخص کے لیے دردناک عذاب ہے۔

گستاخِ رسول ﷺ ذلت کے عذاب کا مستحق ہے:

اس کے بعد فرمایا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ ہمارے مقدس رسول ﷺ کو ایذا پہنچائے یا ایسی کوئی بات کرے جو انہیں ناگوار ہو یا ان کی شان کے خلاف ہو یا ان کی خاطر اقدس پر گراں ہو۔

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ (احزاب:53)

"اور تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دو"۔

حتیٰ کہ اپنے محبوب ﷺ کی تسکین خاطر کے لیے مزید فرمایا کہ کفار و منافقین کا آپ کی رسالت اور ہدایت کو قبول نہ کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اے محبوب ﷺ صرف تمہارے ساتھ خاص ہو۔ کفار کا تو انبیاء سابقین کے ساتھ بھی یہی رویہ رہا ہے۔

65) ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا﴾ (الانعام:34)

"تم سے پہلے رسول (بھی) جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا"۔

پھر مزید تسلی و تشفی کے لیے فرمایا کہ اے محبوب محترم ﷺ ان بے ایمانوں کے ایمان سے محروم رہنے پر آپ اس قدر رنج و فکر نہ کیجیے اور اپنی جان پاک کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔

66) ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ (الکہف:6)

"تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے"۔

67) ﴿وَلَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡکُفۡرِ﴾ (آلِ عمران:176)

''اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں''۔

یعنی خواہ کفار قریش ہوں یا منافقین یا روساءِ یہود یا مرتدین۔ اگر یہ ایمان نہیں لاتے۔ آپ کیوں فکر کریں؟ یہ آپ کے مقابلے کے لئے کتنے ہی لشکر جمع کریں کامیاب نہ ہوں گے۔

اللہ اکبر رب کائنات جل مجدہٗ کا اپنے محبوب رسول ﷺ کو اس لطف و کرم کے ساتھ تسلی دینا آپ کے بارگاہِ الٰہی میں ایسی قدر و منزلت کا آئینہ دار ہے کہ جسے انسانی قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔

ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

حضور ﷺ کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے:

---

68) ﴿لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ﴾ (فتح:18)

''بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا۔ جب اے محبوب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے''۔

اس آیت میں اس بیعت کا ذکر ہے جو حدیبیہ کے مقام پر ایک خاردار درخت کے نیچے بارہ ہزار صحابہ کرام نے جن میں خلفاء راشدین بھی شامل ہیں۔ حضور علیہ السلام کے دست اقدس پر کی۔ اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ بیعت کرنے والوں کو قرآن نے رضائے الٰہی کی بشارت دی ہے۔ معلوم ہوا

کہ حضور ﷺ کا مرتبہ یہ ہے کہ جو آپ سے بیعت کرے رضائے الٰہی اسے حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کی رضا ہی بڑی نعمت ہے۔ جو شخص رضائے الٰہی کو پالیتا ہے وہ مراد پا لیتا ہے۔ قرآن نے تصریح کی کہ:

69) ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (توبہ:72)

”اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑھ کر ہے اور یہ ہی ہے بڑی مراد پانی“۔

اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کو ثواب عظیم اور نعمت و کرامت سے سرفراز کرتی ہے اور بندے کو اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا اس کے مومن کامل اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ثابت قدم رہنے کی دلیل ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کو حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کرنے سے یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں۔ قرآن نے اعلان کیا۔

70) ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (البینہ:8)

”اللہ تعالیٰ اِن سے (صحابہ) سے راضی ہو گیا اور وہ (صحابہ) اللہ سے راضی ہو گئے“۔

پھر اس بیعت کی عظمت و رفعت و منزلت کا یہ عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو جو حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر ہوئی۔ اپنی بیعت قرار دیا اور فرمایا۔

71) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ (فتح:10)

”وہ جو (اے محبوب) تمہاری بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے“۔

دستِ احمد عین دست ذوالجلال
آمدہ در بیعت و اندر قتال

حضور ﷺ کا فعل اللہ کا فعل ہے:

آیت بالا سے واضح ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں حضور ﷺ کو وہ قرب حاصل ہے کہ آپ سے بیعت، اللہ سے بیعت ہے۔ جیسے حضور ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت، حضور ﷺ کا فعل اللہ کا فعل، حضور ﷺ کی رضا اللہ کی رضا اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ قرآنِ مجید نے حضور علیہ السلام کو مخاطب بنا کر فرمایا:

72) ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (انفال: 71)

”اور اے محبوب! جو خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی“۔

علامہ اقبال نے کہا:

پنجۂ او پنجۂ حق می شود
ماہ از انگشت او شق می شود

جس واقعہ کی طرف آیاتِ بالا میں اشارہ ہے۔ وہ غزوۂ بدر سے متعلق ہے۔ کفار کا ایک ہزار کے قریب لشکر جو تکبر و غرور میں چور تھا اور حق کے مقابل آیا تھا۔ حضور ﷺ نے مٹھی بھر خاک لشکر کفار کی طرف پھینک دی۔ یہ مٹھی خاک ہر ایک کی آنکھ میں پہنچی اور بے بصرانِ حقیقت کو بتلا گئی کہ رسولِ پاک ﷺ کی شان سے جو بے بہرہ ہیں۔ وہ اسی امر کے سزاوار ہیں کہ ان کی آنکھیں پھوٹیں..... اللہ تعالیٰ نے عجیب انداز دلنواز سے حضور ﷺ کے اس فعل کو اپنا فعل قرار دیا جو حضور ﷺ کی محبوبیت اور آپ کے اعجاز کی دلیل ظاہر ہے

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً منہ پھر گیا

حضور ﷺ کی اتباع اور تعظیم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے:

اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ اس قدر محبوب ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور ﷺ کی اتباع کرے اسے محبوبیت کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

73) ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آلِ عمران: 31)

''اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا''۔

کشف رازِ من رانی یوں ہوا
تم ملے تو حق تعالیٰ مل گیا

دربارِ نبوت ﷺ کے آداب کا خیال رکھنا فرض ہے:

لغت میں اتباع کے معنی پیچھے چلنے کے ہیں۔ مطلب آیت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ غلامانہ انداز اختیار کرو۔ خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو ان سے ہمسری و برابری کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ اس معاملہ میں قرآن نے تصریح کی۔

74) ﴿يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات: 1) ''ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو''۔

یعنی قول و فعل غرضیکہ کسی معاملہ میں اللہ اور رسول ﷺ سے آگے بڑھنا ممنوع ہے اور حضور علیہ السلام کے ادب و احترام کے خلاف ہے حتیٰ کہ عبادت و ریاضت

میں بھی رسولِ کریم ﷺ سے تقدم (پہل) نہ کرو۔ بارگاہِ نبوت ﷺ کے ادب واحترام کے خلاف ہے حتیٰ کہ عبادت وریاضت میں بھی رسول کریم علیہ السلام سے تقدم منع ہے۔

مفسرین نے لکھا چند شخصوں نے عید الاضحیٰ کے دن حضور ﷺ سے پہلے قربانی کر لی تھی انہیں حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روزہ پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے۔

ان کے حق میں آیت نازل ہوئی کہ روزہ رکھنے میں بھی اپنے مقدس رسول ﷺ سے تقدم (پہل) نہ کرو۔ بارگاہِ نبوت ﷺ کے ادب واحترام کا خیال رکھو۔

بارگاہِ نبوت ﷺ میں بلند آواز سے بولنا منع ہے:

قرآن مجید نے حضور ﷺ کے ادب واحترام ونیاز مندی کا اس درجہ خیال رکھنے کا حکم دیا ہے کہ آپ کی آواز پر آواز بلند نہ کرو۔

75) ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (الحجرات 1)

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ اس غیب بتانے والے نبی ﷺ کی آواز سے"۔

یعنی حضور ﷺ کی بارگاہ میں جب کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو یہ ہی دربارِ رسالت ﷺ کا ادب واحترام ہے۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

76) ﴿وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾

(الحجرات: 2) ''اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو''۔

آیت بالا میں حکم دیا گیا کہ حضور ﷺ کا اجلال واکرام، ادب واحترام، ہر معاملہ میں فرض ہے۔ حضور ﷺ سے بات اس طرح نہ کی جائے جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف ہو کر کی جاتی ہے یا نام لے کر پکارا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کو جب ندا کی جائے، پکارا جائے تو تعظیم وتوقیر سے جب یاد کیا جائے تو معزز وپر عظمت القاب سے۔ پھر حد یہ ہے کہ قرآن نے یہ تصریح کر دی کہ اگر آداب نبوت کا خیال نہ رکھا گیا اور حضور ﷺ کے معاملہ میں ذرا بھی سوئے ادب سے کام لیا گیا تو عمر بھر کی نیکیاں برباد ہو جائیں گی۔

77) ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

(الحجرات: 2) ''کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو''۔

واضح رہے کہ حبط عمل اس وقت ہوتا ہے جب آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ ادب واحترام نبوت کا خیال نہ رکھنا، اعمال خیر کی بربادی کا سبب ہے اور اگر قصداً بنیتِ توہین حضور ﷺ کی ذرا بھی قول وفعل واشارہ سے توہین کا ارتکاب کیا تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کے ایک صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما کو اونچا سننے (ثقل سماعت) کا عارضہ تھا۔ اس وجہ سے بحضور نبوت ﷺ ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ جب آیت بالا نازل ہوئی تو گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں بلند آواز ہوں جہنمی ہو گیا...... حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی فرمایا نہیں وہ جنتی ہیں (کیونکہ ان کی بلند آوازی مجبوری کی بنا پر ہے)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب واحترام:

آیت بالا کے نزول کے بعد سیدنا صدیق اکبر وسیدنا عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور ﷺ کے ادب واحترام کا ایک معیار قائم کیا۔ بحضور نبوی ﷺ نہایت آہستہ گفتگو کرتے۔ ایسے افراد کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مغفرت اور اجر عظیم کا اعلان کیا۔

78) ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰی لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ﴾ (الحجرات:3)

"بیشک جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے حضور وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری (تقویٰ) کے لیے پرکھ لیا اور ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے"۔

الغرض حضور ﷺ کا بے حدوحساب واحترام ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے حضور اقدس ﷺ کے ادب واحترام کا کیسا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے بیان کے لیے تو دفتر درکار ہے۔ دو ایک واقعات بطورِ نمونہ ملاحظہ کیجئے.... عروہ بن مسعود ثقفی جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے۔ تحقیق حال کے لیے جب حدیبیہ کے مقام پر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ:

"حضور اقدس ﷺ دستِ مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ

کے غسالہ شریف کو تبرک کے طور پر حاصل کرنے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ حضور ﷺ کبھی تھوکتے ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بدن پر برکت کے لیے ملتے ہیں۔ حضور ﷺ کے جسمِ اقدس کا کوئی بال زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ حضور ﷺ کا بال مبارک صحابہ نہایت ادب و احترام سے لیتے۔ جان عزیز سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جب حضور ﷺ کلام فرماتے تو سب خاموش و ساکت رہتے۔ ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر نہیں اٹھاتا"۔ (بخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب کی انتہا یہ تھی کہ وہ بحضور نبوی ﷺ اپنی ذات کو حضور ﷺ کا بندہ اور خادم کہنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ حضرت امام دوم سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا..... میں حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں تھا۔

﴿فَکُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ﴾ (ازالہ الخفاء شاہ ولی اللہ) "پس میں حضور ﷺ کا بندہ اور خدمتی تھا۔

"مثنوی میں مولانا رومی قدس سرہ العزیز نقل کرتے ہیں۔ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا بلال کو آزاد کیا تو مع ان کے حاضر بارگاہِ نبوت ہوئے اور عرض کی۔

؎ گفت ما دو بندگانِ کوئے تو
کردمش آزاد ہم بر روئے تو

کیا اس شان کے ادب و احترام کی جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، اس کی مثال کہیں نظر آتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس کردار سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ حضور ﷺ کا ویسا ہی احترام ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں کیا جاتا ہے۔

؎ خاتم انبیاء رسول اللہ ﷺ ، غائب کبریا رسول اللہ ﷺ
نہ ہوا ہے نہ ہو گا عالم میں، آپ سا کوئی یا رسول اللہ ﷺ

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہیں:

حضور سید عالم ﷺ کا نام برہان بھی ہے۔

79) ﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا﴾ (نساء:175)

''اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا''۔

اس آیت میں نور سے قرآن مجید مراد ہے اور دلیل سے حضور علیہ السلام کی ذاتِ گرامی، برہان دلیل کو کہتے ہیں۔ جس سے دعویٰ کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ حضور ﷺ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال اور قدرت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے..... دنیا میں جس قدر انبیاء کرام تشریف لائے انہیں معجزے تو دیئے گئے مگر خود ان کی ذات معجزہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کو سرتا بقدم معجزہ بنا کر مبعوث فرمایا.....

قرآن مجید میں فرمایا:

80) ﴿وَلَقَدْ جَآءَ تْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنَاتِ﴾ (مائدہ:32)

''ہمارے رسول لوگوں کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں معجزات لے کر آئے''۔

انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ اس بناء پر ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نشانی قرار پاتا ہے مگر اِس خصوصیت میں

ہمارے مقدس رسول ﷺ کی شان نرالی ہے۔

؎ رُخِ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ جہان میں دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس تو معجزہ مجسم ہے۔ آپ کی گفتار و رفتار، لب و لہجہ، پیام و دعوت، چشم و ابرو سب معجزہ ہی معجزہ ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کا خواب و خیال، غور و فکر بھی معجزہ ہے۔ قرآن نے تصریح کی۔

81) ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ﴾

(فتح:27) ”تحقیق اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے خواب کو سچا کر دیا“۔

”اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے خواب کو سچا کر دیا“۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتا تھا (بخاری)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

﴿رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ﴾ (ترمذی)

”انبیاء کرام کا خواب وحی ہوتا ہے“۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ابھی جب تم کو نماز پڑھا رہا تھا۔ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا (بخاری)۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر کیا تو میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے:

﴿كَاَنَّمَا اَنَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ﴾

”اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو“۔

لوگ حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو حضور ﷺ نماز کے بعد

فرماتے۔ مجھ سے پہلے سجدہ و رکوع نہ کیا کرو۔ کیونکہ میں:

﴿فَاِنِّی لَاَنظُرُ اِلٰی مَا وَرَائِی کَمَا اَنظُرُ اِلٰی مَا بَینَ یَدِی﴾ (خصائص کبریٰ، ج: 1، ص: 61)

"اپنے پیچھے سے بھی ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے"۔

لوگ حیران ہوتے تھے اور آج بھی ہوتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی چشمانِ حق بین ساری کائنات کا کیسے اور کیونکر مشاہدہ کر سکتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ایک دن صبح کی نماز سے عشاء کی نماز تک کے وقفہ میں دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ فرما دیا (مسلم)۔ یہ قیامت تک کے حالات حضور ﷺ نے کس طرح بیان کر دیئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یوں عطا فرمایا ہے۔

82) ﴿اَفَتُمٰرُونَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی﴾ (نجم: 12)

"حضور علیہ السلام جو کچھ دیکھتے ہیں اس پر تم ان سے جھگڑتے ہو"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ حیران ہونے اور شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ہمارے مقدس رسول ﷺ ہیں اور ہمارے محبوب نبی ﷺ بھی۔ ان کی آنکھوں کو اپنی آنکھوں جیسا نہ سمجھو۔ ان کی رویت و بصیرت اور مشاہدہ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ ہم نے انہیں اپنے عجائب قدرت بھی دکھا دیئے۔ رات کے نہایت قلیل مدت میں ہم انہیں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔

83) ﴿لِنُرِیَهٗ مِن اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ﴾ (بنی اسرائیل: 1)

"تا کہ ہم اپنے بندہ خاص کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک (ہمارے رسول ﷺ) سنتے دیکھتے ہیں"۔

بعض مفسرین نے اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع حضور ﷺ کی ذات کو قرار دیا ہے۔ اب مطلب آیت یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سمیع و بصیر جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی سے ہیں۔ انہیں سے حضور ﷺ کو بھی نوازا۔ (روح البیان، مدارج النبوۃ)

یہ دنیا تو چیز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے مقدس اور طیب و طاہر رسول ﷺ کو اپنی ذات کے جلوے کے مشاہدہ سے بھی نواز دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس سے حضرت شریک بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔

﴿وَدَنَا الْجَبَّار رَب الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ (بخاری کتاب التوحید)

"تو عزت والا جبار خدا یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور حضور ﷺ کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا"۔

؎ خالق نے رتبہ آپ کا اتنا بڑھا دیا
حتیٰ کہ اپنی ذات کا جلوہ دکھا دیا

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ درخت آپ کو سجدہ کریں، پتھر آپ کو سلام کریں، ابر سایہ افگن ہو جانور فریاد کریں، کنکر کلمہ پڑھیں۔

؎ میرے مولا کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

چاند اشارے سے شق ہو۔ ڈوبا ہوا سورج آپ کے حکم سے واپس لوٹے، حضور ﷺ کی انگشت مبارک اُونچی ہو تو چاند اونچا ہو۔ حضور ﷺ کی انگلی نیچی

ہو تو چاند نیچا ہو جائے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی مہہ کا کلیجہ چر گیا

قرآن مجید میں فرمایا:

84) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (القمر: 1)

”وقت آ گیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا“۔

ماہِ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر، مہر کی رجعت دیکھو
مصطفیٰ ﷺ پیارے کی قدرت دیکھو ایسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانی نہ ہونے کی شکایت کریں تو حضور ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جائیں۔

پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

متعدد بار ایسا ہوا کہ پانی ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرض کی۔ حضور ﷺ پانی نہیں ہے۔ پانی کا صرف ایک کوزہ موجود تھا۔ حضور ﷺ نے اس کوزہ میں دستِ مبارک رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں سے فوارے کی طرح جاری ہو گیا۔

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پہ آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

ایک دودھ کے پیالہ سے ستر اصحاب صفہ سیراب ہوئے۔ جسم مبارک قدرتی طور پر خوشبودار تھا۔ جس راستے سے آپ گزر جاتے وہ خوشبو سے معطر ہو جاتے۔

؎ بسی عطرِ محبوبِ کبریا سے
عبائے محمد ﷺ قبائے محمد ﷺ

حضور ﷺ کے پسینہ مبارک کو صحابہ کرام عطر میں ملاتے تھے تا کہ عطر مزید خوشبودار ہو جائے۔

؎ واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

حضور ﷺ کو حسن عطا ہوا تو بے مثل و مثال صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ چہرہ اقدس چاند و سورج سے زیادہ چمک دار تھا۔ جب گفتگو فرماتے دندانِ مبارک سے نور چھنتا ہوا نظر آتا۔ مقدس آنکھوں کی یہ کیفیت کہ اندھیرے اُجالے میں یکساں دیکھتے، عرش تک نظریں پہنچتیں اور لامکان تک مشاہدہ فرماتیں۔

؎ سرمگیں آنکھیں حریمِ حق کے وہ مشکیں غزل
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

آپ جسم اقدس بے سایہ چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ قلب مبارک کی یہ کیفیت کہ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ آپ کے سینہ اقدس کو چاک کیا، قلب مبارک کو سنہری طشت میں غسل دے کر ایمان و حکمت سے بھر کر سینہ میں رکھ دیا۔ قد مبارک کا یہ عالم ہر شخص سے اُونچے دکھائی دیتے۔

؎ ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن سرِ چماں نہیں

لعاب مبارک ہر مرض کی دوا، کھاری کنویں اس سے شیریں ہو جائیں۔ قدم

مبارک کی یہ عظمت کہ شب معراج رُوح الامین جبرئیل علیہ السلام اپنے نورانی ہونٹوں سے انہیں بوسہ دیں۔

؎ تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑھیاں

الغرض معجزات رسول ﷺ کے بیان واظہار کے لیے دفتر درکار ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سرتاپا معجزہ تھی۔ اسی لیے قرآن نے حضور ﷺ کو برہان دلیل کہا کہ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے۔

؎ نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

قرآن بھی حضور ﷺ کا معجزہ ہے:

آیت بالا میں نور سے قرآن مجید مراد ہے جو حضور ﷺ کا سب سے اعظم واکمل اور زندہ معجزہ ہے۔ ابدی دائمی معجزہ ہے اس کی معجزہ نمائی ہر آن اور ہر لمحہ موجودہ مشہود ہے۔ پھر اس خصوص میں حضور ﷺ کی شانِ رفیع کی کیفیت یہ ہے۔

سابقین کے معجزے ظاہر ہوئے پھر باقی نہ رہے مگر حضور ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ کا معجزہ قرآن رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ پھر یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کہ کسی نبی کے معجزہ کی اللہ تعالیٰ نے تحدی نہیں فرمائی۔ صرف قرآن ہی حضور ﷺ کا ایک ایسا معجزہ ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کے انسانوں کو چیلنج فرمایا کہ ﴿فَاتُو بِسُورَةٍ مِّن مِّثلِه﴾ اس جیسی تم ایک سورۃ ہی بنالاؤ۔ تو قرآن جو حضور ﷺ کا معجزہ ہے اس کی مثل بھی کوئی نہیں ہے۔ ایسے ہی صاحب قرآن حضور سید عالم ﷺ کی مثل بھی ناممکن ہے۔

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضور علیہ السلام نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا:

﴿اَیُّکُمْ مِّثْلِیْ......لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ﴾ (بخاری)

’’تم میں کون میری مثل ہے۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں‘‘۔

؎ بے مثلی حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو
نہیں تمہارا ہم رُتبہ نہ کوئی ترا ہم پایہ پایا

قرآن اللہ تعالیٰ کا اپنے مقدس رسول ﷺ سے گفتگو کا نام ہے:

حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ السلام کا بارگاہِ الٰہی میں محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ میری اس گفتگو کا نام ہے جو میں نے اپنے مقدس رسول ﷺ سے فرمائی۔

86) ﴿اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ﴾ (الحاقہ 40-41)

’’بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔ وہ کسی شاعر کی بات نہیں‘‘۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو کریم کی صفت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ بھی کریم ہے اور اس کے بنانے سے اس کے رسول ﷺ بھی کریم ہیں۔

؎ حق تعالیٰ بھی کریم اور محمد ﷺ بھی کریم
دو کریموں میں گنہگار کی بن آئی ہے

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی گفتگو اتنی پسند ہے کہ اپنی توحید کا اعلان

بھی حضور ﷺ کی زبان مبارک سے کرایا۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (اخلاص:1)

''اے محبوب تم فرماؤ، اللہ ایک ہے''۔

بات تو صرف **هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** (اللہ ایک ہے) کے جملہ سے پوری ہو جاتی ہے۔ مگر مرضی الٰہی یہ ہے کہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** تم پڑھو **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** ہم پڑھوائیں گے۔ یہی وجہ ہے مسلمان وہی ہے جو حضور ﷺ کے فرمانے سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لائے۔

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سُنی
اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

حضور ﷺ کو ادب واحترام سے یاد کرنا فرض ہے:

87) ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:104)

''اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

حضور سید عالم ﷺ صحابہ کرام سے تعلیم و تلقین فرماتے تو کبھی کبھی صحابہ عرض کرتے ﴿رَاعِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ جس کے معنی یہ تھے کہ یارسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمایئے یعنی آپ کی گفتگو کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ لفظ راعنا سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا۔ انہوں نے اسی نیت سے راعنا کہنا شروع کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ **راعنا** کے کلمہ کی جگہ **انظرنا** کہا کرو۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور ان کی

جناب میں کلمات ادب سے گفتگو کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو اسے زبان پر لانا ممنوع وحرام ہے۔

سب کو ہے شانِ اسم محمد ﷺ کا اعتراف
کرتی ہیں ساری عظمتیں اس نام کا طوائف

حضور ﷺ کو عام لوگوں کی طرح پکارنا حرام ہے:

88) ﴿لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا﴾ (نور:63)

”رسول کریم ﷺ کو ایسے نہ مخاطب کرو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو“۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ابتداء میں لوگ حضور ﷺ کو یا محمد یا ابا القاسم کے الفاظ سے پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی تعظیم وتوقیر کے لیے اس طرح پکارنے سے منع فرمایا۔ تب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو یارسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ ﷺ سے خطاب کرنے لگے..... اس آیت سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کا نام لے کر ندا کرنی یا حضور ﷺ کو جب پکارا جائے یا حضور کا ذکر کیا جائے تو عظمت واحترام کے ساتھ معزز القابات سے آپ کا ذکر کرنا لازم وواجب ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

یا آدمِ است با پدرِ انبیاء خطاب
یا ایہا النبی خطاب محمد ﷺ است

قرآن مجید میں تمام انبیاء کرام کو ان کا نام لے کر پکارا ہے۔ یا آدم‘ یا داؤد‘ یا زکریا‘ یا ابراہیم‘ یا یحییٰ‘ یا موسیٰ یا عیسیٰ ان انبیاء کرام کی امتوں نے بھی اپنے نبیوں کو ان کا نام

لے کر ہی پکارا.... اور قرآن نے ان کے مخاطبے کو ویسے ہی ذکر کیا ہے۔ جیسے انہوں نے اپنے نبیوں کا نام لے کر مخاطب کیا تھا لیکن اس خصوص میں حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اعزاز یہ ہے اور بارگاہِ الٰہی میں حضور ﷺ کا درجہ مقام یہ ہے کہ آپ کو رب العالمین جل مجدہٗ نے آپ کا نام لے کر نہیں بلکہ معزز اور محترم القاب سے یاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام کا نام لے کر پکارنا اور حضور ﷺ کو اوصاف جمیلہ و القابات جلیلہ سے خطاب فرمانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرب و منزلت اور جو عزت و وجاہت، بارگاہِ الٰہی میں حضور کو حاصل ہے وہ اور کسی کو نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کو خطاب کا اندازِ دلنواز عجیب شان کا ہے۔ رب العالمین جل مجدہٗ بکمال لطف و کرم حضور ﷺ کو یوں مخاطب بناتا ہے۔

89) ﴿طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى﴾ (طٰہٰ:2)

"طٰہٰ اے پاکیزہ رہنما ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں"۔

حضور ﷺ تمام شب عبادتِ الٰہی میں گزار دیتے حتیٰ کہ قدم مبارک پر ورم آ گیا۔ اس پر آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے حضور ﷺ لوگوں کے کفر اور حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے رنج و ملال میں مبتلا ہو جاتے۔ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے محبوب! آپ تو اپنا فرض بخیر و خوبی ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو آپ کو رنج کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر فرمایا:

90) ﴿يَآ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ (المدثر:1+2)

"اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو لوگوں کو ڈرسنا"۔

حضور ﷺ غارِ حرا کے مجاہدہ سے واپس ہوئے۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ مجھے بالا پوش اوڑھاؤ۔ انہوں نے اوڑھا دیا۔ حضور ﷺ بالا پوش اوڑھ چکے تو آپ کو اسی حالت میں ندا آئی ﴿یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ﴾

91) ﴿یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ﴾ (المزمل:1+2)

''اے کپڑا اوڑھنے لپیٹنے والے رات میں قیام فرما''۔

حضور سرورِ عالم ﷺ چادر لپیٹے ہوئے آرام فرما تھے۔ اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی ﴿یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ..... سبحان اللہ یہ ندائیں بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی ہر ادا پیاری ہے۔

؎ ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی جان کی قسم یاد فرمائی:

92) ﴿لَاۤ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ﴾ (بلد:2+1)

''مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو''۔

؎ ہے کلامِ الٰہی میں شمس الضحیٰ ترے چہرہ نور افزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زُلفِ دوتا کی قسم

شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم یاد فرمائی۔ مگر اس کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ مکہ کی قسم اس بنا پر کھائی جا رہی ہے کہ اے رسول محترم ﷺ آپ اس شہر مکہ میں رونق افروز ہیں...... معلوم ہوا کہ مکہ کو جو عظمت و عزت حاصل ہے وہ حضور ﷺ کے قول کی بھی قسم یاد فرمائی ہے۔

93) ﴿وَالۡعَصۡرِ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ﴾ (عصر:1+2)

"اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے"۔

اگرچہ عصر کے متعلق مفسرین کے متعدد قول ہیں مگر سب سے راجح تفسیر یہ ہے کہ عصر سے حضور سید عالم ﷺ کا زمانہ مراد ہے جو یقیناً سب سے زیادہ فضیلت برکت کا زمانہ اور تمام زمانوں میں سب سے زیادہ شرف و بزرگی والا ہے۔

؏ وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا! تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

94) ﴿وَقِيۡلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ (زخرف:88)

"مجھے رسول ﷺ کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کے قول مبارک کی قسم یاد فرمائی۔ جو حضور ﷺ کی دعا و التجا کے احترام کے اظہار کے لیے ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی جان کی قسم بھی یاد فرمائی ہے۔

95) ﴿لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ﴾

(حجر:72) "اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں"۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ مخلوقِ الٰہی میں کوئی جان بارگاہِ الٰہی میں آپ کی جانِ پاک کی طرح عزت و حرمت نہیں رکھتی۔ حضور ﷺ کی جان کی، حضور ﷺ کے شہر کی۔ حضور ﷺ کے زمانہ کی قسم یاد فرمانا۔ حضور ﷺ کی شانِ محبوبیت کا اظہار ہے اور یہ خصوصیت بھی حضور ﷺ ہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی نبی کی قسم یاد نہ فرمائی۔ اسی طرح آپ کی جان کے سوا کسی کی عمر و حیات کی قسم بھی یاد نہیں فرمائی۔

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

عصمت نبوت ﷺ اجماعی مسئلہ ہے:

96) ﴿اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ (فتح:1+2)

”بیشک ہم نے محبوب تمہاری لیے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے۔ تمہارے اگلوں کے اور پچھلوں کے“۔

آیت بالا میں ذنب کا لفظ ہے جس کے معنی کچھ افراد نے لغزش کے کئے ہیں اور کسی نے گناہ کے جو کہ قبل از اظہار نبوت ہوں۔ وہ لوگ جو مقام نبوت کی عظمت سے بے خبر ہیں۔ مذکورہ بالا معنوں پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ مگر عقل و نقل اور کتاب و سنت کی روشنی میں ذنب کے معنی لغزش یا معاذ اللہ گناہ کے کرنا، خواہ اظہار نبوت سے قبل ہی مانے جائیں غلط ہیں..... امام سبکی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ بالا معنوں کو مراد لینے پر تنقید کی ہے اور فرمایا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ قبل از اظہارِ نبوت بھی لغزشوں سے آلودہ نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ معمولی لغزش کے صدور کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا اور یہ بات ہے بھی بالکل واضح کہ جس ہستی مقدس کو اللہ رب العزت جل مجدہٗ نے پیدا ہی کارِ نبوت کے لیے کیا جس کی ذاتِ مطہر کو ہدایت کا آفتاب اور موعظت کا مہتاب بنا کر مبعوث فرمایا اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا ہو کہ یہ رسول تو وہ ہیں اور ان کی شان تو یہ ہے کہ:

97) ﴿يَهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ (مائدہ:16)

”مخلوقاتِ الٰہی کو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی پر چلا

سلامتی کے راستے"۔

98) ﴿وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ﴾

(مائدہ:16) "اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتے ہیں"۔

بھلا ایسے صاحب حکمت، ہادی کامل، مرشدِ کائنات رسول کے لیے عقل یہ مان سکتی ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی لمحہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہوں گے؟

علاوہ ازیں عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ انبیاء کرام سے کبھی گناہ نہیں ہوتا اور اس خصوص میں حضور اقدس ﷺ کو ہر حال میں قبل اظہارِ نبوت و بعد از اظہارِ نبوت ہر قسم کی برائیوں، گناہوں حتیٰ کہ معمولی لغزشوں سے پاک وصاف ہونا بالکل واضح اور بے غبار بات ہے۔

حضور ﷺ ساری کائنات کے لیے نذیر و بشیر ہیں:

حضور اقدس ﷺ کو سارے جہان کے انسانوں کے لیے نذیر و بشیر بن کر مبعوث ہوئے۔ ان کی نبوت عام ہے رسالت غیر محدود ہے۔ شریعت سب کے لیے ہے۔

99) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ (السبا:28)

"اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا"۔

100) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (الفرقان:1) "بڑی برکت والا ہے وہ کہ

جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو"۔

حضور ﷺ تو طیب و طاہر رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، رؤف اور رحیم رسول ہیں۔

101) ﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفُ الرَّحِيم﴾ (توبہ:128)

"مسلمانوں پر مہربان اور رحیم ہیں"۔

یہ دونوں اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ سے ہیں مگر یہ بات حضور اقدس ﷺ کے لیے نہایت شرف، بزرگی، عزت اور غایت تکریم و حرمت و عظمت کی موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بکمال لطف و کرم حضور ﷺ کا نام بھی رؤف اور رحیم تجویز فرمایا جو خود اس کی ذاتِ سبحانی کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے متعلق تو قرآن نے تصریح کی ہے۔

102) سورۂ جمعہ میں فرمایا: **﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾** (جمعہ:2)

"(یہ رسول) انہیں ستھرا کرتا ہے اور انہیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے"۔

تزکیہ کا مطلب ہے جسم و روح کو پاک و صاف کرنا..... حضور ﷺ نے جہاں جسم کی صفائی ستھرائی کی تعلیم دی۔ وہاں لوگوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے بھر دیا۔

حضور ﷺ اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والے ہیں:

حضور سرورِ عالم ﷺ کی شان تو ہے۔

103) ﴿وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّورِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (مائدہ:16)

"اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اس کے حکم سے اور سیدھی راہ دکھاتا ہے"۔

واضح ہوا کہ حضور اقدس ﷺ چراغ ہدایت اور مہتاب نبوت ہیں۔ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتے ہیں۔ آپ کے ذریعہ تاریکی کفر دور ہوتی ہے اور راہِ حق واضح۔

حضور ﷺ تو وہ ہیں جو صاحب مقام محمود، صاحب شفاعت کبریٰ اور داعی الی اللہ خدا کی طرف بلانے والے ہیں۔ داعی الی اللہ کے ساتھ قرآن میں ﴿بِاذْنِہٖ﴾ کا لفظ موجود ہے۔ یعنی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے راستے پر اللہ ہی کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے نور قرار دیا ہے اور ان کی ذات کو ساری کائنات کے لیے سراجِ منیر روشنی کا مینار بنایا ہے اور آپ کو ہدایت و معرفت کا پیکر حسن بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

104) ﴿ھُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی﴾

(توبہ:33) ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا''۔

وہ ہستی پاک جس کی بعثت کے لیے شیخ الانبیاء سیدنا براہیم خلیل علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا فرمائیں۔

105) ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ﴾

(البقرہ:129)

''اے ہمارے رب ان میں ایک رسول بھیج انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے انہیں تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے''۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعاءِ خلیل اور نوید مسیحا

1) ایسے پاک، مطہر، طیب وطاہر، صاحب حکمت، صاحب ہدایت مقدس رسول کے لیے عقل ایک لمحہ کے لیے بھی یہ گوارا کرسکتی ہے کہ زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی اس ہستی مقدس سے اللہ تعالیٰ کی مرضی وحکم کے خلاف کوئی فعل ظہور میں آیا ہو؟

2) اسی لیے امام سبکی اور شیخ عبد الحق دہلوی علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ آیت بالا حضور ﷺ سے کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی اطلاع نہیں دیتی بلکہ مطلب آیت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے لیے یہ فرمایا گیا کہ اگر حضور ﷺ سے کسی لغزش کا امکان تصور بھی کرلیا جائے تو وہ بھی بخش دی گئی یعنی آیت میں مطلقاً حضور ﷺ سے لغزش کی نفی کی گئی ہے۔

3) علامہ قاضی عیاض الرحمہ نے فرمایا کہ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عیب ونقص سے حضور علیہ السلام کو ﴿لیغفر﴾ پاک اور بری پیدا فرمایا ہے۔

4) تفسیر خازن میں حضرت عطاء خراسانی علیہ الرحمۃ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت میں ذنب ما تقدم سے حضرت آدم علیہ السلام کا ذنب اور ذنب ما تاخر سے اُمت کا ذنب مراد ہے۔

5) حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی شفاعت سے اُمت کے گناہ معاف فرمادے گا۔

ما تاخر ای من ذنوب امتك
ادخلهم الجنة بشفاعتك

(احکام القرآن، امام الشافعی، ج:1، ص:38)

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

6) اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے آیت بالا کا مطلب وہ لیا ہے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا، فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حضور ﷺ کے ذنب لغزش وغیرہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب رسول ﷺ ہم نے آپ کو واضح و روشن فتح عطا کی اور وہ یہ کہ آپ کے صدقہ اور آپ کی بدولت آپ کی اُمت کے اگلوں کے اور پچھلوں کے گناہ بخشے (خازن و رُوح البیان) چنانچہ آیت بالا میں پانچ باتوں کا ذکر ہے۔

(1) فتح مبین کی بشارت اور اس کا وقوع (2) حضور ﷺ کے صدقہ اُمت کے مقدم و موخر ذنوب کی بخشش (3) ﴿وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ﴾ نعمتوں کا اتمام (4) ﴿وَيَهۡدِيَهُمۡ اِلَيۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا﴾ صراطِ مستقیم کی طرف (5) ﴿وَيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا﴾ کی مدد و نصرت کی یاوری اور معیت۔

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو
جُرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

7) آیت بالا کی ایک مزید تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

الف) اس آیت میں **فَتۡحًا مُّبِيۡنًا** سے صلح حدیبیہ مراد لی جائے۔ چنانچہ بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم گروہِ صحابہ حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو یوم الفتح قرار دیتے ہیں۔ جو بظاہر ایک ایسی صلح تھی جس کی شرائط مسلمانوں کے لیے دبی ہوئی نقصان دہ نظر آتی تھیں۔

ب) ذنب: جس کے معنی دم کے ہیں۔ اشتقاقِ اوسط کے ضابطہ کے مطابق ذنب کے معنی الزام کے ہوئے جو کسی کے پیچھے لگا دیا گیا ہو۔ ذنوب اس ڈول کو کہتے ہیں جو رسی

کے سرے پر بندھا ہو..... قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے۔
﴿وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنَ﴾ (شعراء: 106)
14) ”انہوں نے مجھ پر ایک الزام رکھا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے“۔

ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی گناہ شرعی نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اس آیت میں ذنب کا معنی الزام بھی صحیح ہے۔ گناہ کا شرعاً معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی جائے۔ تو جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ گنہگار ہے..... اور الزام میں گناہ کا وقوع و صدور نہیں ہوتا بلکہ الزام میں صرف نسبت جرم ہوتی ہے محض الزام لگانے سے جب تک اس کو ثابت نہ کر دیا جائے کوئی ملزم نہیں قرار پاتا۔

(ج) **﴿لِيَغْفِرَ لَكَ﴾** غفر کے معنی مٹانے کے ہیں..... حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کفار و منافقین نے جو الزامات لگائے ان کی کیفیت یہ تھی۔

قبل ہجرت حضور ﷺ پر کفار یہ الزام لگاتے تھے۔ یہ معاذ اللہ کاہن، ساحر، شاعر، مجنون وغیرہ ہیں۔

بعد ہجرت انہوں نے یہ الزام لگائے کہ معاذ اللہ آپ مکہ کو اُجاڑنے والے، بھائی کو بھائی سے لڑانے والے، قوم میں پھوٹ ڈالنے والے خون کے رشتوں کو جدا کرنے والے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں غفر کے معنی مٹانے کے ذنب کے معنی الزام کے اور ما تقدم سے مراد زمانہ قبل ہجرت اور ما تاخر سے بعد از ہجرت کا زمانہ مراد ہے اور **فتحاً مبینا** سے صلح حدیبیہ ہے۔ مسلم و ترمذی و بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ **اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ** کا نزول صلح حدیبیہ کے انجام پر ہوا تھا۔

اس تقریر کی روشنی میں آیت بالا سے حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم کی عظمت شان کا اظہار ہوتا ہے۔ مطلب آیت یہ ہے۔

اے محبوب محترم ہم نے صلح حدیبیہ کے ذریعہ آپ کو فتح روشن عطا فرمائی اور قبل ہجرت اور بعد ہجرت کفار آپ پر جو الزام لگاتے تھے ہم نے انہیں مٹا دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ صلح حدیبیہ، جو بظاہر مسلمانوں کے لیے دبی ہوئی شرائط پر مشتمل نظر آ رہی تھی۔ اپنے نتائج کے اعتبار سے فتح مبین ثابت ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے بھی اسے فتح مبارک قرار دیا اور قرآن مجید نے بھی صلح حدیبیہ کو فتح مبین فرمایا۔ 6ھ میں آیت نازل نازل ہوئی جس میں اتمامِ نعمت کا وعدہ ہے اور آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ جس میں اتمامِ نعمت کے ایفادوقوع کا اعلان ہے۔ 9 ذوالحجہ 9ھ کو نازل ہوئی۔

اسی آیت بالا میں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کا ظہور یوں ہوا کہ جس شاہراہ ہدایت پر حضور ﷺ سالکانِ راہ کو چلانا چاہتے تھے۔ اس راہ کو تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں۔

بشارت چہارم ﴿یَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا﴾ کا جلوہ یوں نظر آیا کہ نصرتِ الٰہی متوجہ نمائش ہوئی۔ لوگ صداقت کے طالب بن گئے حتیٰ کہ:

107) ﴿یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا﴾ (نصر: 2)

”تم لوگوں کو دیکھو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں“۔

کا نظارہ ہر چشم ظاہر بیں کو بھی نظر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حضور ﷺ پر خصوصی مدد و نصرت کا ذکر قرآن نے یوں فرمایا۔

108) ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ﴾ (توبہ: 40)

”اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار

میں تھے"۔

حضور نبی اکرم ﷺ اور جناب امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر غار کے اندر ہیں۔ کفار غار کے اتنے قریب آ گئے ہیں کہ اگر ذرا جھک کر دیکھ لیں تو غار کی اندرونی حالت دیکھ سکیں مگر نصرت ربانی و تائید ایزدی کام کر رہی ہے۔ کفار آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہو گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر ایک ایمان افروز نکتہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ کفار بر سرِ غار پہنچ کر بھی حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکے کیوں؟ اس لیے کہ:

؎ جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں
وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

رفیق قبر و حشر و جنت امام اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔ حضور ﷺ دشمن قریب آ گئے۔

109) ﴿اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾ (توبہ:40) "(حضور) اپنے یارِ غار صدیق رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

الغرض آیت بالا حضور اکرم ﷺ شانِ رفیع کی آئینہ دار ہے۔

؎ کیا میرا علم و عقل صفت آپ کی کروں
تم سب پڑھو درود میں ذکر نبی ﷺ کروں

معراج.... عبدہٗ ورسولہٗ کے مرتبہ ومقام کا رُوح پرور منظر:

؎ طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

110) ﴿سُبحٰنَ الَّذِیٓ اَسریٰ بِعَبدِہٖ﴾ (بنی اسرائیل:1)

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گیا"۔

لے جانے والا رب العالمین اور لے جائے جانے والے رحمۃ للعالمین حضور ﷺ بارگاہِ الٰہی میں کس ادب واحترام سے باریاب ہوئے۔

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے اَدب سے رُکتے حیا سے جھکتے

آیت بالا میں حضور اکرم ﷺ کو عبدہٗ کے شرف سے نوازا گیا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے عبدہ کی تفسیر یوں کی ہے۔

؎ عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار را و منتظر

"عبد اور ہے اور عبدہٗ کا مقام اور ہے، عبد کسی کا منتظر ہے اور عبدہٗ کا کوئی انتظار کرتا ہے"۔

؎ لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اور سورہ نجم میں حضور ﷺ کی معراج سے واپسی کا ذکر ہے مگر بڑے پر عظمت انداز سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

111) ﴿وَالنَّجمِ اِذَا ھَویٰ﴾ (النجم:1)

"اس پیارے چمکتے تارے محمد ﷺ کی قسم، جب وہ معراج سے اُترے"۔

اگرچہ نجم کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مگر سب سے خوبصورت تفسیر یہ ہے کہ نجم سے حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات مراد ہے۔ (خازن)..... پھر حضور ﷺ مقامِ دنیٰ فتدلیٰ میں باریاب ہوئے تو بارگاہِ الٰہی سے ندا آئی۔

؎ بڑھ اے محمد ﷺ قریں ہو احمد ﷺ قریب آ سرورِ ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

حضور ﷺ معصوم نبی ہیں:

112) ﴿مَاضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی﴾ (النجم:2)

"تمہارا صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ چلے"۔

صاحب سے حضور ﷺ کی ذات مراد ہے۔ مطلب آیت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ حق وہدایت کی اعلیٰ منزل پر رہے۔ صراطِ مستقیم سے کبھی عدول نہ کیا۔ آپ کے دامن عصمت پر کبھی اور کسی حال اور کسی قیمت میں بھی، کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی۔ ہمیشہ حق فرمایا اور حق پر ہی رہے۔ اعتقادِ فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچا۔ قبل اظہار نبوت کے بعد بھی معصوم۔

113) ﴿وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی﴾ (نجم:3-4) "حضور ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے وہ تو نہیں کہتے مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے"۔

یہ آیت نمبر 112 کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ حضور ﷺ اپنی خواہش کے تقاضوں سے متاثر ہو کر کچھ کہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے یعنی زبان حضور ﷺ کی اور آواز خدا کی۔ اسی آیت سے حضور ﷺ کے خلقِ عظیم اور مرتبہ کی بلندی کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش کو ترک کر دے (تفسیر کبیر)۔ اس آیت میں اشارہ بھی ہے حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ انوار وتجلیات الٰہی کا آپ کی ذات پر ایسا کامل ومکمل غلبہ ہوا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں:

کس ز سر عبدہٗ آگاہ نیست
عبدہٗ جز سرِ الا اللہ نیست

حضور ﷺ کا نطق (بولنا) وحی الٰہی ہے:

آیت بالا کا جملہ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ میں **ھو** کہ ضمیر نطق رسول ﷺ کی طرف لوٹتی ہے۔ جس کا ذکر **مَا یَنْطِقُ** میں کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے کہ نطق رسول ﷺ کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ یہاں تو ہر اس بات کو وحی الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ جس پر نطق رسول کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا نطق (بولنا) خالص وحی ہے اور اس میں حضور ﷺ کی خواہش کو قطعاً دخل نہیں ہوتا۔

قرآن نے یہ تصریح اس لیے کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ رسول ﷺ کی ہر بات وحی ہے کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بھی یہ شبہ ہو جائے کہ رسول خواہش نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق خدا کی وحی سے نہیں ہے تو پھر رسالت پر اعتماد اُٹھ جائے گا۔ اس لیے قرآن نے واضح کر دیا کہ حضور ﷺ کا ہر قول و عمل وحی الٰہی ہے۔

اسی آیت سے حضور علیہ السلام کی بشریت کی عظمت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک وہ بشر جس پر اللہ کی وحی آتی ہے۔ جس کا بولنا' وحی الٰہی قرار پاتا ہے اور ایک وہ بشر جو اس شرف سے محروم ہے دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

بشر ضرور ہیں پر داخل انام نہیں
شمار دانہ تسبیح میں امام نہیں

114) ﴿عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی﴾ (نجم: 5)

"سخت قوتوں والے طاقت ور نے (حضور ﷺ) کو سکھایا"۔

حضرت حسن بصری تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ شدید القویٰ سے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس مراد ہے۔ معنی آیت یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بے واسطہ تعلیم دی۔ اب جسے رب العالمین جو کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ تعلیم دے اس کے علم و فضل کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

؎ ایسا اُمی کس لیے منت کش استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اقراء ربک الاکرم نہیں

جبرئیل امیں علیہ السلام سدرہ پر ہی رہ گئے:

115) ﴿فَاسْتَوٰی وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی﴾ (نجم: 7)

"پھر اللہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے بلند کنارہ پر تھا"۔

مفسر شہیر امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ شب معراج آسمان برین کے بلند کناروں پر پہنچے تو تجلی الٰہی متوجہ نمائش ہوئی۔

؎ ماہِ عرب کے جلوے جو اُونچے نکل گئے
خورشید و ماہتاب مقابل سے ٹل گئے

صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ **فَاسْتَوٰی** کے معنی یہ ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے اُفق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر جلوہ فرمایا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رُک گئے۔ آگے نہ بڑھ سکے۔ بارگاہِ نبوت میں عرض کی۔ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو جلالِ الٰہی اور تجلیات ربانی مجھے جلا ڈالیں۔ پھر حضور ﷺ آگے بڑھے حتیٰ کہ عرش سے بھی گزر گئے۔

؎ تھکے تھے رُوح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی، امید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

حریم حق میں حضور ﷺ کی رسائی:

116) ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی o فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی o﴾ (انجم:9-8)

"پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم"۔

معنی آیت یہ ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے قرب سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم کے ساتھ اپنے محبوب رسول ﷺ کے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ (روح البیان)

؎ ادب سے شرم سے اخلاص سے حیا سے ملے
حضور ﷺ خلوتِ قوسین میں خدا سے ملے

117) ﴿فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی﴾ (نجم:10)

شب معراج جب حضور سرور عالم ﷺ بارگاہِ الٰہی میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ وحی بے واسطہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان کوئی نہ تھا۔ اسی لیے فرمایا ما اوحیٰ وحی فرمائی۔ راز و نیاز کی گفتگو ہوئی۔ اس وحی کا تعلق احکام و شرائع سے نہ تھا۔ اس لیے وحی قرآن میں نہیں ہے۔ یہ تو صرف سینہ مصطفیٰ علیہ السلام میں ہے۔ (جمل و روح البیان)

؎ میان طالب و مطلوب رمزیست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

118) ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ وَمَا رَاٰى﴾ (النجم:11)

"دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا"۔

اس آیت میں حضور علیہ السلام کے قلب منور کی عظمت کا بیان ہے کہ شب معراج آپ کی مقدس آنکھوں نے جو انوار و برکات الٰہی دیکھے حتیٰ کہ رب العالمین جل مجدہٗ کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوئے تو آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔ یعنی آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس دیکھنے میں شک، تردد اور وہم نے راہ نہ پائی۔ صحابی رسول حضرت عکرمہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں۔ شب معراج حضور ﷺ نے اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضور سید المرسلین علیہ السلام کو اپنے دیدار کا اعزاز بخشا۔

؎ نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی اُدھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بارہ کلام فرمایا اور حضور اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ (ترمذی)

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ﴿رَأَيْتُ رَبِّيْ بِعَيْنِيْ وَ قَلْبِيْ﴾ (بخاری و مسلم)

"میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا"۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس غیب الغیب ہے جب حضور سرورِ عالم ﷺ نے غیب الغیب کا مشاہدہ فرمالیا تو غیب کی کوئی بات آپ سے کیونکر چھپی رہ سکتی۔

؎ بھلا عالم سی شے مخفی رہے اس چشم حق بیں سے
کہ جس نے خالق عالم کو بے شک بالیقیں دیکھا

حق یہ ہے کہ ذاتِ الٰہی کے مشاہدہ حقیقی کے بعد نگاہِ مصطفیٰ علیہ السلام سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

؎ اور کوئی غیب بھلا کیا ہو تم سے نہاں
جب خدا ہی نہ چھپا تم پہ کروڑوں دُرود

119) ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾ (النجم:17)

"آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی"۔

اس آیت میں حضور علیہ السلام کی مقدس آنکھوں کی خصوصیت کا بیان ہے کہ شب معراج حضور علیہ السلام اس مقام پر پہنچے۔ جہاں سب کی عقلیں حیرت زدہ ہیں جس نورِ حق کا دیدار مقصود تھا۔ اس سے بہرہ اندوز ہوئے۔ داہنے بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے نہ مقصودِ حقیقی کی دید سے آنکھ پھیری اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے۔

؎ موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

120) ﴿لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی﴾ (نجم:18)

"بیشک آپ نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں"۔

اس آیت میں حضور ﷺ کی مقدس آنکھوں کے مرتبہ ومقام کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے کہ شب معراج' آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیاں، ملک وملکوت کے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ کا آپ کو علم حاصل ہو گیا (تفسیر روح البیان) علامہ اقبال کہتے ہیں۔

؎ اے فروغت صبح اعصار و دہور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

حضور ﷺ کے فضائل وکمالات کا بیان ناممکن ہے:

121) ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ﴾ (کھف:109)

”تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی“۔

بعض مفسرین کرام نے **کَلِمٰت** سے اللہ تعالیٰ کی معلومات، اس کی قدرت و حکمت اور اس کی صفات مراد لی ہیں۔ یہ تفسیر بھی حق ہے۔ بیشک اللہ کے علم و قدرت، فضل وکمال کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے **کَلِمٰت** سے حضور[1] سرورِ نورِ مجسم ﷺ کے فضائل وکمالات اور آپ کے علوم مراد لیے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج:1، ب:3)

---

[1] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے کلمٰت کی جو تفسیر فرمائی ہے اس کی تائید ان آیاتِ قرآنیہ سے بھی ہوتی ہے۔ متاعِ دنیا، جہان کی نعمتوں اور اس کے ساز و سامان کو اللہ تعالیٰ نے قلیل فرمایا ہے ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ﴾ اور اپنے محبوب رسول سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلق مبارک کو عظیم قرار دیا ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جو فضل فرمایا ہے اسے بھی عظیم سے تعبیر کیا۔ ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾

؎ تیرے خلق، کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ﴿فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ﴾ کلمٰت سے حضور علیہ صلی اللہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو مراد لیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

اب آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اگر دنیا بھر کے نعت خواں، نعت گو، واعظین، علماء و فضلاء، خطباء، مفکرین، دانشور اور کاتب حضرات سمندروں کے پانی کی روشنائی بنا کر حضور اقدس ﷺ کے صفات و کمالات لکھنا چاہئیں تو یہ روشنائی ختم ہو جائے۔ قلم رُک جائیں، زبان عاجز اور عقل و فکر کی جولانی سَرد پڑ جائے۔ مگر حضور ﷺ کے اوصاف جمیلہ بیان نہ ہو سکیں۔

؎ وصف کس منہ سے بیاں ہو اس سراپا ناز کا
رنگ جلوے میں نظر آتا ہے جلوہ ساز کا

فکر انسانی حضور سرورِ عالم ﷺ کے مرتبہ و مقام کے بیان سے عاجز ہے۔ یہ محض جذباتی بات نہیں ہے بلکہ عقل و نقل سے واضح و ثابت ہے۔ کسی کی تعریف وہی کر سکتا ہے جو ممدوح کے متعلق پوری معلومات رکھتا ہو۔ اب اگر کوئی حضور ﷺ سے زیادہ آپ کے برابر علم رکھتا ہو، وہی آپ کی تعریف کر سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے برابر یا حضور ﷺ سے زیادہ مخلوقات میں کوئی عالم نہیں۔ نبوت ایسا عظیم منصب ہے جس کی معرفت انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

اس لیے حضور ﷺ کی تعریف اور آپ کا تعارف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ غیر نبی میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ آپ کے فضل و کمال کو بیان کر سکے۔ غالب جو امراء و سلاطین کا قصیدہ خواں اور بارگاہِ حسن و جمال میں شعر و شاعری کا امام مانا جاتا ہے جب حضور علیہ السلام کے حسن و جمال اور فضائل و کمال پر اشعار موزوں کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بہت جلد مذکورہ بالا حقیقت کو پا کر عرض کرتا ہے۔

؎ غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دان محمد ﷺ است

انبیاء سابقین کلمۃ الرب ہیں اور حضور ﷺ کلمات الرب ہیں:

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلمہ قرار دیا ہے۔

122) ﴿اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہٗ﴾ (النساء: 177)

"مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں"۔

ظاہر ہے کہ انبیائے سابقین کو علیحدہ علیحدہ فرداً فرداً جو کمال عطا ہوا وہ من جانب اللہ ہی ہے تو اس بنا پر ہر نبی کلمہ رب ہے اور حضور علیہ السلام جو تمام نبیوں کے کمالات کے جامع ہیں۔ کلمہ رب نہیں بلکہ کلماتِ رب ہیں۔ نوح علیہ السلام کلمۃ الرب، موسیٰ علیہ السلام کلمۃ الرب، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ الرب، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کلمات الرب اور کلماتِ رب کے متعلق قرآن نے تصریح کی ہے۔

چونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، کوئی ظاہری سبب نہ تھا۔ اس لیے ان کی طرف کن کی نسبت کی گئی اور اس بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی طور پر کلمۃ اللہ کہا گیا..... ورنہ ہر وہ چیز جو من جانب اللہ ہو کلمۃ اللہ ہے۔ قرآن، آسمانی کتابیں، معجزات اور تمام انبیاء کرام چونکہ منجانب اللہ ہیں اس لیے کلمۃ اللہ ہیں۔

﴿مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ﴾ لقمان۔ 27

"درخت ہیں قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اس کے پیچھے سات سمندر اور اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں"۔

کہ کلمات رب کو لکھنے کے لیے سمندر کو روشنائی قرار دیا جائے تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے اور کلماتِ رب رقم نہ ہو سکیں اور سورۂ لقمان میں فرمایا:

123) ﴿وَلَوْاَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ﴾ (لقمان: 27) ''اور اگر زمین میں جس قدر''۔

اللہ اکبر، سات سمندروں کی روشنائی بنالی جائے۔ پھر ایسے ہی اور سات سمندر ہوں ان سے بھی روشنائی کا کام لیا جائے۔ دنیا بھر کے درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور کلمات الرب لکھنے کی کوشش کی جائے تو سات اور سات سمندروں کا پانی اور درختوں کی قلمیں ختم ہو جائیں مگر کلمات الرب رقم نہ ہو سکیں..... سبحان اللہ حضور نورِ مجسم ﷺ نے اصدق الصادقین امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی الہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

﴿یَا اَبَا بَکُرٍ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَه سِوَا رَبِّیْ﴾

''اے ابوبکر میری حقیقت کو سوا میرے رب کے کوئی نہیں جانتا''۔

ے تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیران میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

حضور ﷺ جامع الصفات ہیں، آپ کے کمالات کی کوئی حد نہیں:

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے سولہ انبیاء کرام کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پائے ہوئے اور اللہ کے ہدایت یافتہ ہیں اور ان کا معلم او استاد اور ہدایت کنندہ اللہ رب العزت جل مجدہ ہے۔ اس کے بعد حضور سرور عالم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

124) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰاهُمُ اقْتَدِهْ﴾

(انعام:90) ''یہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تو آپ انہیں کی راہ چلو''۔

عیسیٰ روح اللہ' آدم خلیفۃ اللہ' نوح نجی اللہ تھے۔ اسی طرح معجزات و کمالات میں بھی ہر نبی کسی ایک معجزہ اور کمال کے ساتھ مخصوص تھا جو دوسرے نبی میں نہ تھے تو کمالات و فضائل جس قدر تھے وہ انبیاء سابقین میں علیحدہ علیحدہ متفرق طور پر تھے۔

اب حضور سرورِ کائنات ﷺ کو فرمایا گیا کہ اِقتدہ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو فضائل و کمالات انبیاءِ سابقین میں متفرق طور پر ہیں۔ اے مقدس رسول ﷺ وہ سب تم میں جمع کر دیئے گئے۔ علامہ قطب الدین رازی تفسیر کشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ آیت میں اقتداء سے مقصود صرف اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی موافقت کرنا مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ خوبی اور کمال جو دوسرے انبیاء میں متفرق طور پر پایا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام ان سب کمالات کے جامع ہیں۔ اس لیے سب سے افضل و اکمل ہیں۔ (روح المعانی)

حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ آپ ان انبیاء کرام کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام انبیاء سابقین علیہم السلام کی کس چیز کا اتباع کریں؟ عقائد کا۔ ان کے اعمال و افعال کا' ان کی شریعت کا' تو یہ تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں۔ تمام شریعتوں کے ناسخ ہیں۔ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکیں۔ صرف حضور کی شریعت کو بقا ہے تو اگر انبیاء سابقین کی شریعت کا اتباع مراد ہو تو حضور ناسخ نہ رہیں گے اور اگر انبیاء سابقین کے اعمال و افعال کی اقتداء مراد ہو تو حضور مقلد قرار پائیں گے اور حضور کسی نبی کے مقلد نہیں، تو بات یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے ہر نبی ایک کمال اور

ایک خوبی کے ساتھ متصف تھا۔ ایسی خوبی جو دوسرے نبی میں نہ ہوتی تھی۔ جیسے موسیٰ کلیم اللہ۔

حضور ﷺ کی رسالت عام ہے سارے جہان کے لیے ہے:

125) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (فرقان:1)

”بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اُتارا اپنے بندہ پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہو“

اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے اسے عالم کہتے ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے سوا جو کچھ ہے اسے عالم کہتے ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی عظمت کا بیان ہے کہ آپ عالمین کے لیے نذیر ہیں۔ لفظ عالمین میں جن، انسان، ملائکہ، حیوانات و نباتات سب ہی داخل ہیں اور حضور ﷺ ان سب کے لیے رسول و نبی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

﴿وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّه﴾ (مسلم)

”میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں“۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ:

”حضور سرورِ کائنات ﷺ تمام موجودات کی طرف جن ہوں یا انسان یا فرشتے، حیوانات و نباتات، نبی و رسول بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں“۔

؎ شب زندگی کو سحر کرنے والے خذف کو حریف گہر کرنے والے
عرب تیرے فیضانِ رحمت کا طالب عجم تیری چشم کرم کا سوالی

مخلوقاتِ الٰہی میں حضور ﷺ کی نظیر محال ہے:

126) ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ (الضحیٰ: 7)

’’اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی‘‘۔

کچھ مترجمین نے ضَال کے معنی گمراہی، بھٹکنا، راہ بھولا ہوا، گم کردہ راہ، بے خبر کہتے ہیں مگر یہ معنی عقل و نقل اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں دُرست نہیں، اوّل تو اس لیے کہ انبیائے کرام معصوم[1] ہوتے ہیں اور معصوم گمراہ نہیں ہوتا۔ دُوم اس لیے کہ قرآن نے واضح لفظوں میں حضور سے ضلال کی نفی کی ہے۔

127) ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾ (نجم: 2)

---

[1] علامہ قرطبی فرماتے ہیں ﴿انهم معصومون صغائر كلها كعصمتهم من الكبائر اجمعها﴾ یعنی مالکی شافعی اور حنفی مسلک کے جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ انبیاء کرام جس طرح کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اسی طرح صغیرہ سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ تو اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی اطاعت لازم آئے گی۔ جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء کرام کی طرف ایسی باتیں منسوب ہیں جو گناہ دکھائی دیتی ہیں۔ پھر انبیاء کی اپنے افعال پر ندامت و استغفار بھی منقول ہے۔ پھر مطلق عصمت کے قول کے معنی؟ مختصر جواب یہ ہے کہ کوئی کام گناہ، اس وقت قرار پاتا ہے جب کہ کسی حکم کی نافرمانی کا عزم و قصد ہو۔ اگر عزم و قصد نہ ہو بلکہ بے ارادہ بھول چوک سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں کہتے۔ قرآن و سنت میں انبیاء کرام کے جس قدر ایسے افعال کا ذکر ہے جو گناہ دکھائی دیتے ہیں ان میں عزم و قصد ہرگز نہیں ہے لہٰذا وہ گناہ نہیں اور انبیاء کا اپنے ایسے افعال پر جو بلا عزم و ارادہ سرزد ہو جائیں ندامت و استغفار فرمانا گناہ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ بارگاہِ الٰہی میں تواضع و انکساری کے لیے ہے۔

”تمہارے صاحب (حضور علیہ السلام) نہ گمراہ ہوئے نہ بے راہ چلے“۔

قرآن مجید اس کی تصریح کے بعد حضور ﷺ کے لیے گمراہی و بے راہروی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ سوم اس لیے کہ حضور علیہ السلام اول المسلمین ہیں۔ حضور ﷺ کی یہ خصوصیت قرآنِ مجید سے واضح ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا۔

حضور ﷺ اول المسلمین ہیں:

128) ﴿لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (انعام:164)

”اللہ کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں“۔

حضور ﷺ کے سب سے پہلے، مسلم ہونے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اُمت میں سب سے زیادہ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر آپ ایمان لائے اور آپ کے بعد آپ کی اُمت آپ کی دعوت سے اس شرف سے مشرف ہوئی...... اور اوّلیت حقیقیہ بھی مراد ہوسکتی ہے اور یہ ہی معنی زیادہ مناسب ہے کہ سب مخلوقات سے پہلے توحید کا عرفانِ کامل حضور ﷺ کو حاصل ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور ﷺ کے نور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور ﷺ ہی نے توحید کی شہادت دی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

129) ﴿كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِيَاءِ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ﴾ (تفسیر قرطبی)

”میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد“۔

تو جو ہستی پاک اول المسلمین ہو اور جسے توحیدِ الٰہی کا عرفانِ کامل سب سے پہلے حاصل ہوا ہو۔ وہ معاذ اللہ بے خبر، بے راہ اور گمراہ ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اور چونکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت ووحدانیت پر ایمان لانے کا حکم بھی حضور ﷺ ہی کو دیا ہے۔ حضور ﷺ ہی سب سے پہلے رب العالمین جل مجدہٗ کی عظمت وکبریائی اور جلال کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ سورہ انعام میں فرمایا۔

﴿قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ﴾

(انعام:14)

"اے محبوب تم فرماؤ بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلے سر جھکانے والا"۔

جس دین کی دعوت دینے کے لیے حضور ﷺ مبعوث ہوئے، اسے سب سے پہلے قبول کرنے والے بھی حضور ﷺ ہیں اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ساجد (سجدہ کرنے والے) بھی آپ ہی ہیں۔ علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "عاجزی، انکساری، فرمانبرداری اور میدانِ محبت الٰہی میں سب سے پہلے جو رُوح سجدہ ریز ہوئی وہ نبی اکرم ﷺ کی روح اقدس ہے۔ حضور ﷺ نے بلا واسطہ اپنے رب کے حضور سر عبودیت جھکایا اور تمام انبیاء ورُسل نے حضور ﷺ کے واسطہ سے۔ پس حضور ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے بھی رسول ہیں اور سب حضور ﷺ کے اُمتی ہیں[1] (روح المعانی) جو اس شان وعظمت کا رسول ہو وہ ذات وصفات الٰہی منشاء ربی

---

[1] ﴿فاول روح رکضت فی میدان الخضوع والانقیاد والمحبة روح نبینا صلی الله علیه وسلم وقد اسلم نفسه لمولا بلا واسطه وکل اخوانه الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فی عالم الارواح انما اسلمو نفوسهم بواسطته علیه الصلوٰة والسلام فهو صلی الله علیه وسلم المرسل الی الانبیاء والمرسلین علیهم الصلوٰة والتسلیم فی عالم الارواح وکلمه امة (روح المعانی) (سوره انعام آیت:14)﴾

سے بے خبر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ آیت بالا میں لفظ ضال حضور سید کائنات ﷺ کی مدح وثناء اور آپ کی عظمت ورفعت کا آئینہ دار ہے۔

ضال کے معنی ایک تو وہی ہیں جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کئے اور جسے بعض مفسرین نے بیان کیا۔ اور ضال اس پانی کو بھی کہتے ہیں جو دودھ میں مل جائے۔ اب مطلب آیت یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کافروں میں گھرے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے ان پر غلبہ عطا فرمایا۔

ضال اس درخت کو بھی کہتے ہیں جو جنگل میں اکیلا اور نہایت اُونچا ہو جسے دیکھ کر لوگ دور ہی سے راستہ معلوم کرلیں۔ اب معنی آیت یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو ملک عرب میں عظمت ومرتبہ میں یکتا، ہدایت کا آفتاب واحد اور صفاتِ حمیدہ سے موصوف اکیلا پایا تو آپ کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت دی۔ (مدارج النبوۃ، روح البیان)

ے کون سی خوبی تھی جو نور کے پیکر میں نہ تھی
کونسا پھول تھا زیب گلستان نہ تھا

حضور ﷺ کا فضل وکمال بھی لَا رَیْبَ فِیْهِ ہے:

130) ﴿الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾

(بقرہ:2-1) "وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) ذرا شک کی گنجائش نہیں اس میں"۔

آیت بالا قرآن مجید کی جلالت شان کی آئینہ دار ہے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ قرآن مجید میں شک نہیں کیا جاتا۔ شک کرنے والے تو ہر دور میں موجود تھے، رہے ہیں اور آج بھی ہیں بلکہ یہ فرمایا لَا رَيْبَ فِيهِ یعنی قرآن کے پیش کردہ دلائل واضح اس کی تعلیماتِ رَوشن۔ اس کے بیان کردہ تاریخی واقعاتِ بے غبار اور پیشگوئیاں صادق ہیں۔ جو عاقل اور انصاف پسند طبیعت کو اس کے کتابِ الٰہی اور حق ہونے کے یقین پر

مجبور کرتی ہیں۔ اس لیے اس کتاب میں شک نہیں ہے۔ اگر کوئی اس کے کتابِ الٰہی ہونے پر شبہ کرتا ہے تو یہ اس کی کور ذوقی اور کج فہمی ہے۔ اندھے کو آفتاب کی روشنی نظر نہ آئے تو اس کی آنکھوں کا قصور ہے۔ آفتاب تو آفتاب ہی ہے تو آیت بالا جہاں قرآن کی عظمت کا اظہار کرتی ہے۔ وہاں صاحب قرآن حضور سرور عالم ﷺ کے مرتبہ و مقام کی بلندی کی نشاندہی بھی کر رہی ہے۔ اولاً تو یوں کہ جس ہستی مقدس پر ایسی کتاب نازل کی گئی جو لا ریب فیہ ہے۔ جیسے قرآن کی عظمت اور اس منجانب اللہ ہونے میں ذرا شک نہیں۔ ایسے صاحب قرآن حضور سید عالم ﷺ کے مرتبہ کی عظمت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے میں بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

سورہ بقرہ میں فرمایا:

131) ﴿يَسۡمَعُوۡنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ﴾ (بقرہ:75)

’’اے مسلمانو! کیا تم یہ اُمید رکھتے ہو کہ یہودی) ایمان لائیں گے۔ تمہارے کہنے سے حالانکہ ایک گروہ ان میں وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے، پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے‘‘۔

یعنی یہود کا حضور ﷺ کی رسالت سے انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ یہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی مدح و ثنا اور صفات و کمالات کے ذکر سے آسمانی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس حق و صداقت کی ایسی مشعل تاباں ہے۔ جہاں شک و شبہ کا غبار نہیں پہنچ سکتا۔ حضور سچے رسول ہیں اور آپ کی رسالت ایسی روشن حقیقت ہے جو لا ریب فیہ ہے۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی یہود کا آپ ﷺ کی نبوت سے انکار کرنا ان کی کج فہمی اور کور باطنی پر مبنی ہے۔

حضور ﷺ کے علم بیکراں کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں:

132) ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (بقرہ:31)

"اور سکھا دیئے آدم کو تمام اشیاء کے نام"۔

حضرت ابن عباس، عکرمہ، قتادہ اور ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

﴿عَلَّمَهٗ اَسْمَاءَ جَمِيْعِ الْاَشْيَآءِ كُلِّهَا جَلِيْلِهَا وَحَقِيْرِهَا﴾ (قرطبی) "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھا دیئے"۔

اور خلافت کے منصب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ کو کائنات کے اسرارِ سربستہ سے آگاہ فرمایا جائے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں یہ عزت و سرفرازی جو آپ کو عطا ہوئی اس کا سبب یہی تھا کہ آپ کو تکوینی علوم یعنی اشیائے کائنات کی صفات، خاصیت اثرات، افعال و خواص اور ان کی حقیقت و ماہیت اور اصولِ علوم وضاعات کے علم سے نوازا گیا (روح المعانی)

جب حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی یہ کیفیت ہے تو اللہ کے خلیفہ مطلق، رسول عالم، محبوب محترم حضور سید کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ کے علوم و معارف کا کیا کہنا۔ لائق نفرت ہے وہ آواز جو اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی توحید کے نام پر اُٹھائی جا رہی ہے کہ نبی صرف علم شریعت دیا جاتا ہے۔ تکوینی علوم سے ان کا کیا تعلق، پھر اس غلط منطق کی آڑ میں حضور اقدس ﷺ کے علم بیکراں کی وسعتوں کو تنگ سے تنگ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا سارا زور صرف کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کے مقامِ رفیع کو بلا چون وچرا تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوم یوں کہ کتابِ مجید کی عظمت کے اظہار سے پہلے الم کا مقدس جملہ ہے جو

قرآن کے تعارف سے بھی پہلے حضور ﷺ کا تعارف کر رہا ہے۔ یعنی حضور ﷺ ہی وہ ہیں جو اسرارِ الٰہی کے واقف اور رازِ خداوندی کے عالم ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ سورتوں کی ابتداء میں جو حروف آئے ہیں جیسے الم، حم، کھیعص تو یہ وہ راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے درمیان ہیں۔

﴿سِرٌّ بَیْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (روح المعانی)

”یہ راز کی باتیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان“۔

یہ تو خدا اور محبوب خدا ﷺ کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ وحی جلی اس راز سے پردہ نہیں اٹھاتی۔ ان اسرارِ الٰہیہ کی جلوہ گاہ تو صرف محبوبِ خدا ﷺ کا سینہ اقدس ہے۔ حضور ﷺ ہی اس کے صحیح مفہوم و معنی سے واقف ہیں اور کوئی نہیں۔

حضور ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق ہیں:

133) ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ (بقرہ:30)

”اور یاد کرو (اے محبوب ﷺ) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں“۔

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کو منصب خلافت عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ذکر تو ہے سرفرازی آدم علیہ السلام۔ مگر ربک میں رب مضاف ہے **ك** ضمیر کی طرف جس کا مرجع ذاتِ سرورِ انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی نسبت حضور ﷺ کی ذات کی طرف فرمائی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اس اضافت میں جو لطف و مزا ہے۔ اس کا ادراک اہل محبت و عرفان ہی کر سکتے ہیں۔ جس سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی

ذاتِ اقدس ہی خلیفہ اعظم، خلیفہ مطلق اور خلیفہ کائنات ہے۔ اگر یہ ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو آدم پیدا ہی نہ ہوتے بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔[1]

حضور ﷺ کی اطاعت کے بغیر اطاعت خدا ناممکن ہے:

حضور اقدس ﷺ کے منصب و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ والا صفات کو اپنا قائم مقام اور اپنی ذات و صفات کا مظہر اتم بنایا ہے...... اگر کوئی مسلمان محض اپنی عقل سے دن بھر روزہ سے رہے رات عبادت میں گزارے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی اختیار کرے سب فضول اور بیکار ہے۔

کوئی ثواب نہیں ملے گا اور اگر حضور ﷺ کی سنت کی نیت سے دوپہر میں آرام کرے گا تو ثواب بے حساب پائے گا۔ بیت الخلا جاتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے اس نیت سے رکھے کہ حضور ﷺ کی سنت ہے تو اس کا اجر ملے گا اور مہینوں اپنی رائے اور عقل سے فاقے کرلے، خدا کو خوش کرنے کے لیے ہاتھ سکھا لے اس کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا؟ کیوں؟ اس لیے کہ مرکزی چیز حضور ﷺ کی اطاعت اور آپ کا اتباع ہے۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ و خیرات اسی وقت عبادت ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول و محمود ہیں جب کہ ان میں سنت رسول ﷺ اور تصورِ رسول ﷺ[2] ہو۔ قرآن نے تصریح کی کہ حضور ﷺ کی اطاعت عام انسانوں کی اطاعت کی طرح نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی اطاعت تو اللہ کی اطاعت ہے بلکہ حضور ﷺ کی اطاعت کے بغیر خدا

---

[1] ﴿کان زمزا الی ان المقبل علیه بالخطاب له الحظ الاعظم فهو صلی الله علیه وسلم علی الحقیقة الاعظم ولاله خلق آدم ولا ولا (روح المعانی)﴾

[2] نماز جو کہ اللہ عزوجل کی خالص عبادت ہے قعدہ میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ عرض کرنا عبادت خداوندی میں اس کے محبوب رسول ﷺ کا تصور نہیں تو اور کیا ہے؟

کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی۔

﴿مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ (النساء:80)

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

ایمان ہے قالِ مصطفائی
قرآن ہے حالِ مصطفائی

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے قبول ہوئی:

135) ﴿فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡہِ﴾

(بقرہ:37) ''پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی''۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی۔ زمین پر اُتارے گئے۔ تین سو برس تک حیا سے آسمان کی طرف سر نہ اُٹھایا (تفسیر خازن)۔ اتنا روئے کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیئے مگر مغفرت کی خوشخبری نہ لی۔ آپ فکر توبہ میں حیران ہوئے کہ اسی عالم میں ایسے کلمات زبان سے نکلے کہ رحمتِ الٰہی مائل بہ کرم ہوگئی۔ طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں ملتجی رحمت تھے کہ انہیں یاد آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا اور رُوحِ خاص ان کے اندر پھونکی تھی تو اس وقت انہوں نے عرش پر ﴿لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ﴾ لکھا دیکھا...... حضرت آدم نے یہ سمجھا کہ بارگاہِ خداوندی میں جو قدر و منزلت اور عزت حضور ﷺ کی ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام اپنے نام کے برابر لکھا ہے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی۔

﴿اَسۡئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنۡ تَغۡفِرَلِیۡ﴾ ''الٰہی میں تجھ سے

محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے صدقہ مانگتا ہوں کہ میری خطا معاف فرمادے"۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا۔ آپ نے عرض کی۔ ساقِ عرش پر کلمہ کی تحریر سے۔ اللہ نے فرمایا بیشک وہ آخری رسول ہیں۔ تیری اولاد سے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تجھ کو پیدا نہ کرتا (تفسیر عزیزی، ج: 1، س: 116) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ معلوم ہوا بارگاہِ الٰہی میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کی قدر ومنزلت کا یہ عالم ہے کہ حضرت ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام کی خطا آپ کے صدقہ، وسیلہ اور واسطہ سے معاف ہوئی۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اگر نامِ محمد ﷺ رانیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

خوب یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کمال لطف وکمال اپنے محبوب رسول ﷺ کو حق دیا ہے تو اسی تفصیلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں:

سورۂ آلِ عمران میں فرمایا:

136) ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا﴾ (آلِ عمران: 164)

"بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انہیں سے ایک رسول بھیجا"۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں۔ ہر نعمت ایسی قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے خرچ کرنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے کسی نعمت کے احسان کا

ذکر نہیں کیا۔ جس انداز سے حضور ﷺ کی ذات کے متعلق فرمایا کہ ہم نے بڑا احسان فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے افضل واکمل اور اجمل نعمت حضور ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے۔

میں کیا بھلا ثنائے شہِ ہاشمی کروں
تم سب پڑھو درود میں ذکر نبی ﷺ کروں

حضور ﷺ شارع ہیں:

137) ﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْ عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُوْءْکُمْ﴾ (مائدہ:101)

"اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو۔ جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں"۔

بعض لوگ حضور علیہ السلام سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی خاطر مبارک پر گراں ہوتا۔ ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھ سے دریافت کرو۔ ہر بات کا جواب دوں گا۔ ایک شخص نے عرض کی۔ میرا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا جہنم (تفسیر احمدی) حدیث مسلم کا مضمون ہے کہ حضور ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ حج فرض ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ کیا ہر سال حج فرض ہے۔ حضور ﷺ خاموش رہے۔ سائل نے پھر دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہوا کرو۔ اگر میں وہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے فرض نبوت کو خوب جانتے ہیں۔ تمہیں بلا وجہ اور بے فائدہ سوال نہیں کرنے چاہئیں۔ اگر کسی بات کے متعلق حضور ﷺ ہاں یا نہیں فرما دیں تو وہ خدا کی ہاں یا نہیں قرار پائے گا۔ معلوم ہوا کہ

احکام شریعت حضور ﷺ کے سپرد ہیں۔ جو فرض فرما دیں فرض ہو جائے۔ نہ فرمائیں نہ ہو۔ حضور ﷺ کے اس منصب خاص کے متعلق سورہ اعراب میں فرمایا۔

حضور ﷺ آمر و ناہی ہیں:

138) ﴿وَيَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ﴾ (اعراف: 157) ”وہ انہیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ ستھری چیزیں ان پر حلال اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتا ہے“۔

یہ آیت اس امر میں بالکل صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تشریعی اختیارات عطا کئے ہیں۔ حرام و حلال صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوا بلکہ جو کچھ حضور ﷺ نے حرام یا حلال کیا وہ بھی قانونِ خداوندی ہے اور حضور ﷺ کو بھی کسی چیز کے حرام یا حلال قرار دینے کا منجانب اللہ اختیار حاصل ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا منصب و مقام:

حضور سرورِ کائنات ﷺ کا کام صرف یہ ہی نہیں ہے کہ وہ بندوں تک اللہ کی وحی کو پہنچا دیں اور بس۔ بلکہ حضور ﷺ کا منصب وحیِ الٰہی کے معنی و مفہوم کو بیان کرنا بھی ہے۔ وہ صرف قاصد ہی نہیں بلکہ مطاع، حاکم، ہادی، امام، مربی، بشیر، نذیر، سراج منیر، صاحب حکمت، صاحب خلق عظیم، صاحب مقامِ محمود، مصطفیٰ، مجتبیٰ، شارح، وحی الٰہی کے مفسر، معلم کائنات، مزکی، داعی الی اللہ بھی ہیں۔ وہ اللہ کے نائب، اس کی ذات وصفات کے مظہر اتم بھی ہیں۔ حضور ﷺ کے اس منصب و درجہ کی شاہد چند آیات قرآنیہ یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ ہم نے رسول کریم ﷺ کو

اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔

139) ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ (نساء: 64)

”اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسی لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے“۔

رسول ﷺ کی اطاعت ایک عام انسان کی اطاعت کی طرح نہیں ہے جیسا کہ جاہل کفار کا خیال تھا جو کہتے تھے۔

140) ﴿اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل: 94)

”کیا خدا نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے“۔

141) ﴿اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا﴾ (تغابن: 6)

”کیا بشر ہماری رہنمائی کریں گے“۔

142) ﴿مَا ھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ﴾ (مومنون: 24)

”نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر“۔

کفار و منافقین ہی کی یہ عادت تھی کہ وہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کے منصب و مقام اور آپ کے رتبہ و مرتبہ کی بلندی کا اظہار حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہہ کر کیا کرتے تھے۔ وہ آپ کو ظاہری و جسمانی طور پر اپنی طرح کا دیکھ کر آپ کو انسانوں کی عام سطح پر لے آئے تھے۔ ان کی عقل یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ حضور ﷺ جو اللہ کے بندے اور انسان ہیں وہ اخلاقی، روحانی، قلبی اور عملی حیثیت سے عام انسانوں سے کیونکر برتر ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف انداز سے کفار کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے۔ سورۂ ابراہیم میں ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے کفار کو جواب دیا۔

143) ﴿اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ﴾ (ابراہیم:11)

"ہم ہیں تو ظاہری صورت بشری میں تمہاری طرح انسان، مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے"۔

آیت بالا میں یہ بتایا گیا کہ کفار کی نظر انبیاء کرام علیہم السلام کے رُخ یعنی ظاہری جسم پر پڑتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے جواباً کہلوایا گیا کہ ہاں ہم اللہ کے بندے اور انسان تو ہیں مگر کیسے انسان؟ ایسے انسان جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی بارش ہوتی ہے۔ علم وحکمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں ...... یہ بھی واضح ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے صرف ایک رُخ بشری کو پیش کرنا اور صرف اسی پر اصرار کرنا کفار ومنافقین کی عادت ہے۔ مسلمانوں کی نہیں ...... کفار ہی کے جواب میں حضور ﷺ سے کہلوایا گیا۔

144) ﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰۤى اِلَىَّ﴾

(کہف:110)

"ظاہری صورت بشری میں تو میں جیسا ہوں۔ مجھ وحی آتی ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام انسانوں کی بشریت کی طرح نہیں:

اس آیت میں کفار کے خیال وباطل کی تردید کردی گئی۔ انہیں بتایا گیا کہ ایک عام بشر ورسالت ووحی پانے والے بشر کی پوزیشن اور حیثیت ایک جیسی کیسے ہوسکتی ہے جو بشر اللہ کا رسول ہو وہ تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہدایت پا کر کام کرتا ہے۔ ایسے بشر کی حیثیت جو وحی الٰہی سے مشرف ہو ایک عام بشر کی طرح کیسے ہوسکتی ہے۔

؎ محمد سرّ وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کو نسبت ہوگئی وہ بھی بے مثال ہے:

قرآن مجید میں حضور کی شان عالی اور آپ کی بشریت کی عظمت کے اظہار کے لیے اس حقیقت کو بھی پیش کیا گیا کہ جن مستورات کو حضور ﷺ سے شرفِ زوجیت حاصل ہوگیا۔ وہ بے مثل و بے مثال ہوگئیں۔

145) ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (احزاب' 32) ''اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔

یعنی تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے' تمہارا اجر و ثواب سب سے بڑھ کر ہے اور جہان کی عورتوں میں کوئی تمہارا ہمسر نہیں۔ اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گنا ثواب ملے گا تو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو بیس گنا.... غور کیجیے جن مستورات کو حضور ﷺ کی بی بی بننے کا شرف حاصل ہوگیا۔ انہیں جہان کی عورتوں پر فضیلت و بزرگی حاصل ہوگئی تو جس پاک سے نسبت کی وجہ سے انہیں یہ رتبہ ملا۔ اس ہستی مقدس کے رتبہ' درجہ اور مقام کا کنارا کسے ہاتھ آسکتا ہے۔

؎ حضور ﷺ نور ہیں' محمود ﷺ ہیں' محمد ﷺ ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثناء کے لیے

خوب یاد رکھیے کہ نبوت و رسالت انسانیت کی وہ معراج کمال ہے جس سے برتر و بالا منصب اور کمال عالم امکان میں نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں حضور اقدس ﷺ کی بشریت کا ذکر ہے تو اس کے ساتھ ہی یوحیٰ الی کا وصف بھی موجود ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے قرآن میں جہاں لفظ بشر کا استعمال ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی

رسول کا وصف بھی موجود ہے ﴿هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ (اسراء)

قرآن مجید نے حضور علیہ السلام کو صرف بشر اور محض بشر کی حیثیت سے کہیں نہیں پیش کیا اور جہاں محض بشر یا صفاتِ بشریت کا ذکر ہے تو وہ تمام تر مشرکین و کفار کے قول کی نقل کی ہے۔ قرآن مجید میں کفار کے جو اقوال نقل ہوئے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو صرف بشر، محض بشر اور اپنا جیسا بشر کہنا کفار و مشرکین کا وطیرہ تھا۔ مسلمانوں کا نہیں۔

حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس مرکزِ ایمان ہے:

خوب یاد رکھئے اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سے تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ مستقل تعلق کسی کا نہیں ہو سکتا۔ خدا سے تعلق حضور ﷺ سے تعلق ہی سے حاصل ہوگا۔ اس لیے خدا کی اطاعت کے معنی حضور ﷺ کی اطاعت، خدا کی رضا کا مطلب حضور کی رضا اور خداوند قدوس کو دُکھ دینے کے معنی حضور ﷺ کو دکھ دینے کے ہیں۔

146) ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ (بقرہ:9)

"یہ کافر اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں"۔

معمولی ہوشیار آدمی کو فریب دینا مشکل ہے۔ خدا کو کون فریب دے سکتا ہے۔ تو آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کو فریب دینا چاہتے ہیں ..... لہٰذا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا معنی حضور ﷺ پر ایمان لانے کے ہیں۔

ہر آسمانی کتاب علمبردار توحید ہے۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ سب کے ہاں، سب کی تعلیم میں توحید ہے۔ باری تعالیٰ جل مجدہٗ کی وحدانیت ایک واضح حقیقت ہے.... ہر آسمانی کتاب میں وہی مضامین ہیں جو قرآن مجید میں ہیں۔

147) ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَا﴾ (قصص:49)

"تم فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو اِن دونوں کتابوں (توریت وقرآن) سے زیادہ ہدایت کی ہو"۔

تو اگر غیر محرف توریت وانجیل یا زبور ہو اور صحیح طور پر اس پر عمل وعقیدہ بھی نہ ہو تو ایسا شخص مسلمان نہیں۔ اسی طرح محض توحید پر ایمان لانے سے کام نہیں چلتا، یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب والے خدا کو مانتے ہیں مگر بالاتفاق کافر ہیں۔ جب تک حضور کی رسالت کی تصدیق نہ ہو۔

148) ﴿وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ (حدید:28)

"اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ اپنی رحمت سے دو حصے (ثواب) تمہیں عطا فرمائے گا"۔

تو مرکز ایمان واسلام حضور کی ذاتِ اقدس ہے۔ حضور کی رسالت کو مان لیا تو ضمناً خدا کی، جنت و دوزخ، حشر ونشر غرضیکہ دین کی تمام ضروری باتوں کی تصدیق ہوگئی۔ لہٰذا توحید پر ایمان جب معتبر ہوگا جب کہ حضور کی رسالت پر ایمان لایا جائے۔

149) ﴿هُوَ الَّذِیْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (حدید:9)

"وہی ہے کہ اپنے بندے پر روشن آیتیں اُتارتا ہے تا کہ تمہیں اندھیروں سے اُجالے کی طرف لے جائے"۔

اندھیروں سے اُجالے کی طرف، باطل سے حق کی طرف، ظلمت سے نور کی طرف

آنے کے لیے، وسیلہ و واسطہ حضور ہی کی ذاتِ اقدس ہے۔ ظاہر ہے وسیلہ پہلے ہوتا ہے اور منزل بعد میں:

شاہد و شہید رسول ﷺ:

قیامت کے دن تمام انبیاء کرام اپنی اپنی اُمتوں کے احوال و اعمال کی شہادت دیں گے۔ یہ منصب تو تمام انبیاء کرام کا ہے مگر اس خصوص میں حضور سید انبیاء، حبیب کبریا محمد رسول اللہ ﷺ کے منصب و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آپ نہ صرف اپنی اُمت کے اپنے نورِ نبوت سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے ایمان، حقیقت ایمان اور درجات ایمان، نیک و بد اعمال حتیٰ کہ اخلاص و نفاق پر مطلع ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ کی گواہی حق اور درست قرار پائے گی۔[1]

150) ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ (نساء: 41)

"اور اپنے محبوب ﷺ ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے"۔

حضور ﷺ کیسے گواہی دیں گے کہ تمام انبیاء نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور پیغام الٰہی حرف بحرف پہنچا دیا۔ حضور ﷺ اپنی اُمت اور دیگر انبیاء کی اُمتوں کے نیک و بد، ایمان و نفاق کی گواہی کیسے دیں گے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تفسیر نیک و بد اعمال اور کفر و نفاق و ایمانِ اسلام پر گواہی دیں گے بلکہ انبیاء و سابقین کی شہادت کے درست ہونے کی بھی گواہی دیں گے۔ سورہ نساء میں فرمایا تو کیا حال ہوگا (نافرمانوں) کا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔

---

[1] اور تمام انبیاء کرام اور ان کی امتیں حضور کی اُمت ہیں۔ **قیل الاشارة الی جمیع امة** (قرطبی) تفسیر عزیزی کی عبارت یہ ہے۔ و باشد رسول بر شما گواہ زیرانکہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ کدام درجہ دین من رسیدہ حقیقت ایمان او چیست وحجابے کی بداں از ترقی مجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہان شمار او درجات ایمانِ شمار او اعمال نیک و بد شما او اخلاص و نفاقِ شمارا۔

فتح العزیز میں فرماتے ہیں کہ شاہد و شہید کے معنی یہ ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی امت کی شان نرالی ہے کہ جب روزِ قیامت انبیاء علیہم السلام سے سوال ہوگا کہ اللہ کے احکام پہنچا دیے تو کافران کی تبلیغ سے انکار کریں گے، تو انبیاء علیہم السلام امتِ محمدی ﷺ کو گواہ بنائیں گے امت گواہی دے گی تو کافر کہیں گے ان کو کیا معلوم یہ تو ہمارے بعد آئے تو اُمت عرض کرے گی اللہ ہمارے رسول ﷺ نے اِن انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہمیں فرمایا کہ انہوں نے خدا کا پیغام اپنی اُمتوں کو پہنچایا اور ہمارے نبی ﷺ بھی شاہد و شہید کی طرح گواہی دیں گے۔

* * *

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

یہود کا بدترین جرم، کتمانِ حق

توریت وانجیل اور دیگر آسمانی کتابیں حضور سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ذکر خیر سے مزیّن تھیں۔ ان صحائف سماویہ میں حضور ﷺ کی صفات وکمالات اور آپ کی روشن اور واضح علامات کا تفصیلی بیان درج تھا۔ علماء بنی اسرائیل کا جرم یہ تھا کہ وہ ان حقائق اور حضور ﷺ کے فضائل ومناقب کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے تاکہ لوگ ان پر مطلع ہوکر حضور ﷺ پر ایمان نہ لے آئیں۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مذموم حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا۔ سورہ بقرہ میں فرمایا:

151) ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (بقرہ:42)

"اور حق سے باطل نہ ملاؤ اور دیدہ ودانستہ حق نہ چھپاؤ"۔

مفسرین کرام نے بالاتفاق تصریح کی ہے کہ یہ اور اس سلسلہ کی دیگر آیات میں علماء بنی اسرائیل کو اس بات پر سرزنش کی گئی ہے کہ وہ آسمانی کتابوں میں مندرج حضور ﷺ خاتم انبیاء علیہم السلام کی نعت، اوصاف وکمالات اور علاماتِ نبوت کو عوام سے چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ **ای دین الاسلام بانکارھم نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔** (خازن، مدارک، قرطبی، روح المعانی)

معلوم ہوا کہ حضور سید عالم نورِ مجسم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ وصفات جلیلہ کو چھپانا اور لوگوں کو حضور ﷺ کے مرتبہ ومقام کی عظمت سے بے خبر رکھنے کی کوشش کرنا یہود کا

شیوہ تھا۔ اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے ہادی اور مربی اور محسن اعظم رسول ﷺ کی مدح وثناء اور کمالات بیان کرنے سے ان کی زبان میں لکنت اور فضائل سننے دے دل میں گھٹن ہو۔ مومن مخلص کی شان تو یہ ہے۔

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پرواہ ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

مومن مخلص وہی ہے جو اللہ ورسول ﷺ کے حکم پر لبیک کہے:

قرآن مجید نے تصریح کی ہے۔ مومن وہی ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر لبیک کہتے ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ دونوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

152) ﴿اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ (النور:51)

”ایمان والوں کو جب اللہ کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور رسول ﷺ ان کے درمیان فیصلہ دیں تو ان کا جواب سوائے اس کے کچھ اور نہیں ہوتا کہ وہ کہیں **سمعنا واطعنا** ہم نے سنا اور مانا۔

اطاعت رسول ﷺ ہی کامیابی کا زینہ ہے:

قرآن نے یہ بھی بتایا کہ کسی شخص کی کامیابی اور فوز وفلاح کے لیے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی طرح رسول ﷺ کی اطاعت بھی فرض ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی گمراہی وبدبختی ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی نافرمانی کا حال ہے۔

153) ﴿مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ (احزاب:71) ”جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ

کی اس نے بڑی مراد کو پالیا‘‘۔

154) ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (احزاب:36)

’’جس نے اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے‘‘۔

نہ صرف یہ کہ بلکہ اطاعت رسول ﷺ سے حریم حق رسائی کی نعمت ملتی ہے۔ سینہ علم و عرفان کا خزینہ بن جاتا ہے اور اسرار کائنات منکشف ہو جاتے ہیں۔ علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ سورہ نساء کی آیت 69 ﴿ومن یطع اللہ والرسول الخ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿يصلون بسلوكه جناب القدس ويفتح عليهم ابواب الغيب قال النبى صلى الله عليه وسلم من عمل بما علمه ورثه الله علم ما لم يعلم﴾ (بیضاوی)

’’اطاعت رسول ﷺ کی برکت سے انہیں حریم الٰہی تک پہنچنے کا راستہ مل جائے گا اور ان پر غیب کے دروازے کھل جائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ علوم القا فرماتا ہے جن کو وہ نہیں جانتا‘‘۔

اللہ اکبر، جس ہستی مقدس کو اطاعت سے ایک بندہ خدا علم و معرفت کے اس مقام رفیع پر فائز ہونے کا شرف پاتا ہے۔ اسی ہستی مطہر کے علم و فضل کے کیا کہنے۔

؎ محمد ﷺ علم و حکمت کا مدینہ
محمد ﷺ چشمۂ رشد و ہدیٰ ہے

حضور ﷺ امام کل اور ہادیٔ کائنات ہیں:

حضور علیہ السلام منجانب اللہ امام کل مرشد معصوم اور ہادیٔ کائنات ہیں۔ ہر معاملہ

اور ہر مسئلہ میں حضور ﷺ کو حاکم ماننا اسی طرح ضروری ہے جیسے اللہ عزوجل کو۔

155) ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ (سجدہ:24)

''ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں''۔

156) ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (نساء:59)

''ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو تو اللہ و رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو''۔

﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کا فقرہ خاص طور پر قابل غور ہے۔ مسائل شرعی میں جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہو تو حکم ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں۔ اس میں خدا اور رسول ﷺ دونوں کو حاکم بنانے کا حکم دیا۔ اگر مرجع صرف قرآن ہوتا تو ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ﴾ کہنا کافی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ والرسول فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی غیر مشروط اور مستقل اطاعت لازم و واجب ہے اور دین اسلام کے آئینی و قانونی ماخذ کتاب و سنت ہی ہیں۔

انہیں کا ذکر انہیں کا بیان انہیں کا نام
ہر ابتدا کے لیے ہر انتہا کے لیے

حضور ﷺ کی حاکمیت کے منکر مومن نہیں:

قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے ماننا

اہل ایمان کے لیے فرض بلکہ شرطِ ایمان ہے۔ جو شخص رسول ﷺ کے فیصلہ کو نہ مانے وہ بے ایمان ہے۔

157) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الخ﴾ (النساء:65)

"اے رسول ﷺ تیرے رب کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں"۔

158) ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ (احزاب:36) "کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے"۔

یہاں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے۔ مومن و مومنہ سے صرف عہد نبوی ﷺ کے مومن مرد و عورت مراد نہیں ہیں۔ بلکہ قیامت تک کے ہیں۔ امراً کا لفظ نہایت عام ہے جو ہر قسم کے معاملات پر حاوی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات میں خدا اور رسول ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

(جامیؔ)

نبی ﷺ کا حق اپنی جان سے بھی زیادہ ہے:

قرآن نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ مسلمانوں کو رسول ﷺ کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں نہیں کرنی چاہیے۔ ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے

کہیں زیادہ اس کی جان پر نبی ﷺ کا حق ہے۔ اور اللہ کے ساتھ نبی ﷺ کو راضی کرنا بھی ضروری ہے بلکہ شرط ایمان ہے۔

159) ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ﴾ (المجادلہ:9) ''اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے بھی کوئی بات کرو تو گناہ زیادتی اور ظلم اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو''۔

160) ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:6) ''نبی ﷺ زیادہ قریب ہے۔ مومنوں کی جانوں سے''۔

اللہ اور رسول ﷺ کو راضی رکھنا ضروری ہے:

161) ﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾ (توبہ:62)

''اللہ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کو بھی راضی کرنا ضروری ہے''۔

قرآن نے ان منافقین کی مذمت بھی کی ہے جو اپنی خود غرضی اور منافقت کی وجہ سے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔

162) ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِذَا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنْفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ (نساء:61)

''جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا اور رسول ﷺ تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض کرتے ہیں تیری طرف''۔

اس آیت میں حضور ﷺ کی اطاعت کا جس طرح حکم دیا گیا ہے وہ اس امر کی وضاحت

کرتا ہے کہ آپ کی اطاعت مستقل طور پر فرض ہے۔ دیکھئے ﴿مَا اَنْزَلَ اللّٰه﴾ تو قرآن ہے لیکن ﴿وَاِلَی الرَّسُوْلِ﴾ قرآن نہیں۔ یہ تو حضور ﷺ کی مستقل طور پر اطاعت کا حکم ہے۔ چنانچہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح اللہ کی نافرمانی پر کفِ افسوس ملیں گے اسی طرح حضور علیہ السلام کی نافرمانی پر افسوس کرتے ہوں گے۔

163) ﴿یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ (احزاب:66)

"جس دن ان کے منہ اُلٹ اُلٹ کر آگ میں تلے جائیں گے تو کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول ﷺ کا حکم مانا ہوتا۔ اگر رسول ﷺ کی اطات ایک مستقل اطاعت نہیں تھی پھر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کے ساتھ دائمی تعلق ہے:

حضور سرورِ کونین ﷺ کی یہ خصوصیت بھی بہت اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے عارضی و وقتی تعلق نہیں ہوتا کہ جب کبھی اپنے بندوں تک کوئی پیغام پہنچانا ہو اسی وقت یہ تعلق قائم ہو اور اس کے بعد منقطع ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے دائمی تعلق ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا:

164) ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ﴾ (نساء:113)

"اے محبوب ﷺ! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ تم کو راہ راست سے ہٹانے کا ارادہ کر ہی چکا تھا۔ مگر وہ خود اپنے آپ کو گمراہ

کرنے کے سوا کچھ نہیں"۔

اس آیت مبارکہ میں تصریح کردی گئی کہ حضور علیہ السلام کا نگران اللہ تعالیٰ ہے۔ فضل الٰہی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ دائمی طور پر آپ کی عزت کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام کے تمام اقوال وافعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔

165) ﴿وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ:67)

"اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کی دست برد سے بچائے گا"۔

اس آیت مبارکہ کا صرف یہ ہی مطلب نہیں ہے کہ جسم نبوی ﷺ کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا بلکہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا وجودِ مبارک اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اس لیے نبی ﷺ کی آنکھیں اور اس کی زبان حق دیکھتی اور حق ہی کہتی ہے۔ اسی بناء پر حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

﴿فَوَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ مَا یَخۡرُجُ مِنۡهُ اِلَّا حَقًّا﴾ (بخاری)

"اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی کا ظہور ہوتا ہے"۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام صرف پیامبر ہی نہیں بلکہ آمر وناہی ہادی اور معلم کائنات بھی ہیں۔ آپ نے اپنے قول وعمل سے قرآن مجید کی جو تفسیر اور قرآنی احکام کی جو وضاحت فرمائی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی کی ترجمانی ہے۔ حضور ﷺ کا قول وعمل اور کردار اسی طرح اللہ کا دین ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی آخری وحی قرآن۔

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

حضور سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین ﷺ

کی شان میں گستاخی کفر صریح ہے

سب سے اہم بات جو تمام مسلمانوں کو خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے۔ وہ یہ ہے حضور علیہ السلام کی شان میں قصداً عمداً اشارۃً کنایۃً ادنیٰ گستاخی و بے باکی کفر صریح ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی شان میں ذرا بھی بے ادبی کرنے والوں کو ایمان و اسلام کے دعویٰ کے باوجود کافر قرار دیا ہے۔ تاوقتیکہ صدقِ دل کے ساتھ جو بے ادبی کے کلمے بولے ہیں ان سے توبہ نہ کریں۔

166) ﴿یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَةَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾ (توبہ:74)

"خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے"۔

ابن جریر و طبرانی حضرت سید المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت میں روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک کرنجی آنکھوں والوں سے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی کسی بات پر مری شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لایا۔ سب نے آ کر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بے شک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور میرے رسول ﷺ کی شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے۔ اگرچہ لاکھ مسلمانی کا دعویٰ کرے۔ اسلام و مسلمین کی دینی وملی خدمت بھی کرے۔ کروڑ بار کلمہ بھی پڑھے، عبادت وریاضت میں دن رات منہمک رہے۔ جب تک اس کلمہ گستاخی سے توبہ نہ کرے کافر ہی رہتا ہے۔

ابن جریر وابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم اور امام مجاہد شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی۔ اس کی تلاش کی جارہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان پر ایک منافق بولا۔

"محمد ﷺ بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد ﷺ غیب کیا جانیں"۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی یہ آیت نازل فرمائی جس کے جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ "اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرمادو"۔

167) ﴿قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (توبہ:65-66)

"کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد"۔

غور کیجئے! حضور ﷺ کی شان میں اتنی گستاخی، صرف یہ جملے کہنے (کہ محمد ﷺ غیب کیا جانیں) پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا اور فرمایا کہ تم اللہ کی آیتوں اور رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ، تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہوگئے کیونکہ اس لفظ سے حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کی بُو آتی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے غیب کی باتیں جاننا شانِ نبوت اور خصائص نبوت سے ہے۔ ان دو آیتوں سے اندازہ کر لیجئے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی ذات پاک کا معاملہ کتنا نازک ہے' ذرا سی بے ادبی اور بے باکی سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

؎ کرے مصطفیٰ ﷺ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ﷺ ارے ہاں نہیں، ارے ہاں نہیں

نبی کریم ﷺ کے گستاخ کی دین و دنیا برباد ہو جاتی ہے:

حضور نبی کریم علیہ السلام نے کوہِ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی اور اپنی صداقت اور امانت کی ان سے شہادت لے کر اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو ابو لہب نے آپ سے کہا۔ ”تم تباہ ہو جاؤ۔ کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا“۔

اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے کلمہ گستاخانہ کا جواب دیا اور اپنے محبوب رسول ﷺ کی حمایت میں فرمایا۔

168) ﴿تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ (اللھب:1)

”تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا“۔

اللہ اکبر! بارگاہِ الٰہیہ میں حضور ﷺ کا اعزاز یہ ہے کہ ابولہب آپ کی شان میں گستاخی کے کلمے بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا خود دفاع فرماتا ہے۔ غور طلب بات یہ بھی ہے کہ ابولہب نے حضور ﷺ کے حق میں تبالک آپ تباہ ہو جائیں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی طرف سے انتقام لیتے ہوئے فرمایا۔ ابولہب تو کہتا ہے کہ میرا محبوب رسول ﷺ تباہ ہو جائے۔ وہ تباہ نہیں ہوں گے تو ہو گا اور تو تباہ ہو بھی گیا۔

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا
کافر ان سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا

ابولہب نے جب پہلی آیت سُنی تو کہنے لگا۔ جو میرے بھتیجے میرے متعلق کہتے ہیں (کہ میں ہلاک ہوگیا) اگر صحیح ہے تو میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنے مال و زر اور اولاد کو فدیہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے اس خیال کی بھی تردید فرمادی اور فرمایا دین و دنیا میں تیرے لیے خسارہ اور ہلاکت ہے۔ مال و دولت اور تیری اولاد تجھے تیری بدبختی سے نجات نہیں دلا سکتے۔

169) ﴿مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾ (اللھب:2)

"اس کے کچھ کام نہیں آیا اس کا مال اور جو اس نے کمایا"۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی ادنیٰ گستاخی سے دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں اور ذلت و نامرادی اُس کا مقدر بن جاتی ہے۔

وہ کہ اس در کا ہو اللہ اس کا ہو گیا
وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دھر میں عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کر دے

☆☆☆☆☆☆☆

دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لپٹا یگانہ ہوگیا
جس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے اُس کا زمانہ ہوگیا

اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق قرآنی تعلیمات کا صحیح علم

حضور اکرم ﷺ کے قول و عمل اور کردار ہی کی روشنی میں حاصل ہو سکتا ہے

مقامِ نبوت کی یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن کے مطالب و معنی کو سمجھنے کے لیے حضور ﷺ کے قول و عمل و کردار کی ضرورت ہے کیونکہ حضور ﷺ قرآن کے حقیقی مفسر ہیں اور حضور ﷺ کے قول و عمل کو نظر انداز کر کے قرآن کو سمجھنے کی کوشش گمراہی و بیدینی کی طرف لے جاتی ہے۔ سورۂ نحل میں فرمایا:

170) ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (نحل: 89) ''ہم نے آپ پر یہ قرآن کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔

171) ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ (نحل: 44) ''اے محبوب ﷺ ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تا کہ آپ (اس کے مطالب) خوب خوب واضح کر دیں''۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا منصب یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کی آیات کے معنی و مفہوم کو خوب اچھی طرح واضح فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے ارشادات کی روشنی کے بغیر قرآنی آیات ے معنی و مفہوم کو سمجھنا ناممکن ہے اور حضور ﷺ نے قرآنی احکام کی جو تشریح و توضیح فرمائی ہے وہ وحی زبانی ہی کے ماتحت فرمائی ہے۔

سورہ توبہ میں حضور اکرم ﷺ کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے۔

172) ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (التوبہ:84)

"ان میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نمازِ جنازہ مشروع ہو چکی تھی اور حضور علیہ السلام منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ نمازِ جنازہ کا حکم اس وحی سے تھا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

اسی طرح جمعہ کے خطبہ کو لے لیجئے جو ایک دینی عمل اور شرعی حکم ہے۔ حضور ﷺ خود خطبہ دیا کرتے تھے اور امت میں اسی طرح آج تک جاری ہے۔ سورۂ جمعہ میں شکایت کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

173) ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ن انْفَضُّوْا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ (الجمعہ:11)

"جب یہ منافق تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا چھوڑ جاتے ہیں"۔

حالانکہ کوئی قرآنی آیت نہیں دکھائی جا سکتی۔ جس میں اس خطبہ کا حکم ہو۔ پس لازماً یہ ہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم اس وحی کے ذریعے ملا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

علیٰ ہٰذا اذان کو لیجئے نماز سے پہلے اذان دی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دینی عمل ہے۔ سورۂ جمعہ اور مائدہ میں بطورِ حکایت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

174) ﴿وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا﴾ (المائدہ:58)

"جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو یہ منافق اس کا مذاق اُڑاتے ہیں"۔

حضور اکرم ﷺ پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے متعلق قرآن حکیم میں کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ مگر جب اس قبلہ کو منسوخ کر کے بیت الحرام کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو ارشاد ہوا۔

175) ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ﴾ (البقرہ:143)

"جس قبلہ پر آپ تھے اس کو ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ رسول کا اتباع کرنے والے اور اتباع سے منہ موڑنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جو بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا وہ اللہ کی وحی کی بنا پر تھا ......جنگ اُحد کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں سے فرمایا۔ اللہ تمہاری مدد کے لیے فرشتے بھیجے گا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کا ذکر قرآن میں اس طرح فرمایا۔

176) ﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ﴾ (آلِ عمران:126) "اللہ نے اس وعدے کو تمہارے لیے خوشخبری بنایا ہے"۔

ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے جب مسلمانوں کو فرشتوں کی امداد کی اطلاع دی تھی وہ وحی (غیر متلو) سے تھی۔ جس کا ذکر قرآن نے بعد میں کیا۔

جنگ اُحد کے بعد حضور علیہ السلام نے غزوۂ بدر ثانیہ کے لیے لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں نہیں ہے مگر اللہ نے بعد میں تصدیق کی۔ یہ بھی اسی کی جانب سے تھا۔

177) ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ﴾ (آل عمران:172)

"جن افراد نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کو مانا"۔

حضور علیہ السلام نے صدقات تقسیم کیے۔ اس پر منافقین نے اعتراضات کئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ظالمو! رسول ﷺ کے فعل پر اعتراض کرتے ہو، حالانکہ یہ تقسیم جو رسول ﷺ نے کی اللہ کے حکم سے کی تھی اور فرمایا:

178) ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ:59) ”اگر وہ راضی ہو جاتے اس حصہ پر جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو دیا“۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کا واقعہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صلح نہ کرنے کا مشورہ عرض کیا تھا اور صلح کی شرائط ہر ایک کو نہایت دبی ہوئی نظر آتی تھی۔ مگر حضور ﷺ نے انہیں شرائط کو جو کفار نے مقرر کی تھیں قبول فرمالیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی۔ یہ صلح اللہ کی ہدایت کے ماتحت تھی۔ جس کو صحابہ کرام نہ سمجھ سکے۔ قرآن نے اعلان کیا۔

179) ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ (الفتح:1)

اے رسول ﷺ ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایک راز کی بات فرمائی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان سے اس راز کا افشا ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی زوجہ مطہرہ سے راز فشا کرنے کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ حضور ﷺ **مَنْ اَنْبَاَكَ** آپ کو کس نے خبر دی کہ مجھ سے آپ کا راز افشا ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے فوراً جواب دیا۔ **نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ** (قرآن) مجھے میرے علیم وخبیر رب نے بتایا ہے کہ تم سے میرا راز افشا ہوگیا ہے۔ یہ اور اس قسم کی اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو یقیناً قرآن کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی

اور حضور علیہ السلام دین سے متعلق جو ہدایت فرماتے تھے اور اصولِ قرآنی کی اپنے قول و عمل سے جو توضیح و تشریح فرماتے تھے وہ بھی وحی ہی سے ہوتی تھی۔ نماز ہی کو لیجئے۔ قرآن مجید صرف **اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ** کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ نماز کا طریقہ اس کے آداب و شرائط نہیں بیان کرتا۔ اب یہ اُمور کس سے معلوم کئے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ﴿**صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ**﴾ (بخاری)

"جیسے میں نماز پڑھوں ایسے ہی تم پڑھو"

ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز کا یہ طریقہ معاذ اللہ اپنے جی سے نہیں گڑھ لیا تھا بلکہ اسی وحی کے ذریعہ متعین فرمایا تھا جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ نماز کی تو یہ صرف ایک مثال ہے۔ آپ عقائد، عبادات، معاملات حرام و حلال، نکاح و طلاق غرضیکہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ کو لے لیجئے۔ ان کے سمجھنے اور ان کے تفصیلی احکامات جاننے کا مرکز حضور علیہ السلام ہی کی ذاتِ اقدس بنتی ہے۔ جس سے یہ بات واضح اور اس کے جزئیات کی جو تعیین فرمائی وہ اسی وحی سے فرمائی جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دین کو سمجھنے کے لیے احادیث نبوی ﷺ کو **قابلِ اعتبار** نہ سمجھا جائے تو خود بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم بلکہ بڑی حد تک تشنہ رہ جاتا ہے۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

1) قرآن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم ہے مگر صرف قرآن مجید سے ان عبادات کی تفصیلی احکام معلوم نہیں ہو سکتے۔

2) قرآن کریم میں طیب چیزوں کے کھانے کا اُصول حکم دیا گیا ہے۔ کیا صرف قرآنِ مجید سے حلال و حرام اشیاء کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ ہم خود اپنی عقل و فہم سے حرام و حلال کی فہرست بنا لیں گے تو کیا جن چیزوں کو ہم حلال یا حرام قرار دیں گے ان کے متعلق ہمیں یہ یقین بھی ہو جائے گا کہ اللہ کے نزدیک بھی ان اشیاء کا یہ ہی حکم ہے۔ قرآن میں ہے۔

180) ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾ (الاحزاب: 37)

"پھر جب زید اس عورت سے اپنی غرض پوری کر چکے تو پھر ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دے دیا"۔

دیکھئے یہ قرآن شریف کی آیت ہے مگر کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ زید کون تھے اور یہ عورت کون تھی۔ لامحالہ یہ بات روایات سے ہی معلوم ہو گی یا مثلاً اشارہ ہے۔

181) ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰيه ٥ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ (عبس:
1-2) "تیوری چڑھائی اور منہ موڑا جب اس کے پاس ایک نابینا آیا"۔

کیا صرف قرآن شریف سے یہ بتایا جا سکتا ہے کہ یہ نابینا کون تھے اور اصل واقعہ کیا تھا۔ اسی طرح سورہ توبہ کی آیت کو لیجئے۔ س میں ہے:

182) ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ﴾ (التوبہ: 40)

"اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جب کافروں نے ان کو نکالا۔ صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے یار سے فرماتے تجھے غم نہ کھا"۔

کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو کافروں نے کہاں سے نکالا تھا۔ نیز یہ کہ رفیق غار کون تھے اور کس غار میں آپ رفیق کے ساتھ روپوش ہوئے تھے۔

183) ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ﴾ (التوبہ: 25) "اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی"۔

کیا روایات کے انکار کرنے کے بعد ان بہت سے میدانوں کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔

184) ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ (التوبہ:118)

"اللہ کی مہربانی ہوئی ان تینوں پر جن کے معاملہ کو ملتوی رکھا گیا"۔

یہ تین شخص کون تھے۔ ان کا معاملہ کیا تھا اور کیوں ملتوی رکھا گیا۔ کیا روایات کے بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں؟

اسی سورہ توبہ کی اس آیت پر غور کیجئے۔ ارشاد ہے۔

185) ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا﴾ (التوبہ:108)

"جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اول دن ہی سے یہ مسجد لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں"۔

یہ کس مسجد کا ذکر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں۔ جن کی اس آیت میں مدح ہے۔ ان کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا۔ جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے۔ کیا ان اُمور کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے۔

اسی طرح سورہ انفال کی اس آیت کو لیجئے۔

186) ﴿وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ﴾ (الانفال:7) "اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تمہارے قبضہ میں آئے گی"۔

کیا صرف قرآن سے بتلایا جا سکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؟ اور یہ وعدہ کیا تھا۔ قرآن میں تو ہے نہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی ہوتی تھی۔ اس قسم کی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ جو بوجہ اختصار چھوڑی جا رہی ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام معلوم کرنے اور قرآن کو سمجھنے سمجھانے کے لیے حضور سرورِ عالم ﷺ کے ارشادات (حدیث) کا دامن تھامنا ناگزیر ہے۔

بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرضِ سلام

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کے احسانات بے حد و حساب ہیں۔ آپ نے کفر و شرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتلایا۔ انسان کی فلاح و کامیابی کا ایک ایسا ابدی نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کر اُمت دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح و کامرانی حاصل کر سکتی ہے۔ ایسے عظیم و جلیل محسن کے احسانات کا اقرار و اعتراف نہ کرنا' بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی' لیکن اُمت اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں۔

﴿یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (احزاب:56)

"اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو"۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ پر درود بھیجنا۔ حضور ﷺ کے احسانات عظیم کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے اپنے تعلق اور اپنی نیاز مندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں درود کے فضائل و برکات بیان کئے گئے اور حضور ﷺ پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی اور فقہاء امت نے تصریح کی کہ:

”جب بھی حضور سرورِ کائنات ﷺ کا نام نامی زبان پر آئے۔ آپ پر درود پڑھنا واجب ہے“۔ (ردالمختار شامی، ج:1، ص:283)

عمر میں ایک مرتبہ حضور ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے۔ نماز میں واجب اور عام اوقات میں مستحب، آیات بالا پر غور کیجئے۔ ملائکہ، ملک کی جمع ہے۔ جمع کا لفظ جب مضاف ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یصلون مضارع کا صیغہ ہے۔ حال واستقبال دونوں کے لیے آتا ہے۔ حال، ماضی کی طرف منقطع ہو جاتا ہے۔ مستقبل ختم نہیں ہوتا۔ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ قیام تک جائے گا......تو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں حضور ﷺ کا مقام یہی ہے خود وہ اور اس کے سب فرشتے، حضور ﷺ کی ذات پر لاانتہا درود بھیجتے ہیں تو جو کام خود رب العالمین کرے، اپنے فرشتوں کو ملا کر کرے، اپنے بندوں کو اس کام کے کرنے کا حکم دے۔ یقیناً وہی سب سے اہم اور افضل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حج نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں دیتا۔ یہ اللہ کے کام نہیں بلکہ رسول کریم علیہ السلام کے کام، عادت اور سنت ہیں۔ لیکن درود بھیجنا یہ اللہ کی سنت اور عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ بکمالِ لطف وکرم اپنے محبوب رسول ﷺ کی ذات پر درود بھیجتا ہے تو عبادت حضور ﷺ کی سنت اور درود بھیجنا اللہ کی سنت، جو نسبت خدا کو رسول ﷺ سے ہے وہی نسبت خدا کی سنت کو رسول ﷺ کی سنت سے ہے۔ جتنا خدا رسول ﷺ سے افضل ہے اتنی ہی خدا کی سنت رسول ﷺ کی سنت سے افضل ہے۔ اب اللہ کی سنت درود اور حضور ﷺ کی سنت عبادت ہے۔ واضح ہوا کہ درود شریف سب عبادتوں سے افضل ہے۔

درود ہی ایک ایسی عبادت ہے جو ہر لمحہ، ہر آن اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی فائدہ مند ہے۔ ہر عبادت میں قبول وعدم قبول کا امکان ہے۔ نماز پڑھی ممکن ہے قبول ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے قبول نہ ہو لیکن درود شریف ہر وقت مقبول کیونکہ یہ اللہ

کی سنت ہے۔ تمام عبادات ظنی القبول ہیں اور درود شریف یقینی القبول ہے۔ ظاہر ہے یقینی، ظنی سے افضل ہے۔ اس لیے درود شریف ہر عبادت سے افضل ہے۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ وسلام کی مجلسیں اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیاری ہیں۔ بحضور نبوی ﷺ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے سے مومن کو حضور ﷺ کا قرب حاصل ہوتا اور دل مسلم نور سے معمور ہو جاتا ہے۔ درود شریف کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ بھی اس کارِ عظیم میں شریک ہے اور وہ پاک بے نیاز جو ساری کائنات کا رب اور کل جہان کا مالک و رازق ہے۔ جس کو کسی کی پرواہ نہیں، وہ بھی حضور ﷺ کی ذات اقدس پر درود بھیجتا ہے..... نماز جو تمام عبادات سے افضل اور سب عبادتوں کی جامع عبادت ہے اس میں بھی حسن اور قبولیت اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ بحضور رحمۃ للعالمین علیہ السلام، السلام علیک ایہا النبی عرض کیا جائے۔ حاجات کے لیے دعا مانگتے وقت بھی درود شریف ہی قبولیت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود وسلام عرض کیے بغیر دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔

(بخاری)

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾

* * *

منقبت

اے میرے سید قدس سرہ العزیز

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابو البرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد اچانک شعر کے قالب میں ڈھل گئی اور یہ چند اشعار ارتجالاً زیر قلم آ گئے۔

اے امام اہلسنت سید عالی وقار
جانشین شاہِ دیدار علی والا تبار
خواجہ کون و مکاں کا وارثِ مسند تھا تو
تو نے کر ڈالا نبی ﷺ کے نام پر سب کچھ نثار
منکرین عظمت احمد ﷺ سے تھا تو پنجہ زن
تیرے خامے نے کیا تھا سینہ باطل فگار
تو سراپا ناز تھا روح غزالی کے لیے
تجھ سے پھر زندہ ہوئی تھی فضل حق کی یادگار
مظہر بوصیری و قدسی و جامی تھا توئی
اور رضا نے تجھ کو بخشا تھا محبت کا مینار
تو نے کھرچا نجدیت کو خطہ پنجاب سے
اور روائے اہرمن تجھ سے ہوئی تھی تار تار
تو کہ پنجہ زن ہوا تھا ہر بڑے فرعون سے

اہل جرأت ، اہل ہمت کا رہا تو تاجدار
تو نے بخشا تھا زمانے کو سرورِ سرمدی
تو نے اے ساقی دیا تھا جامِ الفت کا خمار
حضرت ابو الخیر نور اللہ کو میرا سلام
تیرے شاگردوں میں شامل ہے یہ مردِ باوقار
حضرت محمود رضوی شارح قولِ رسول
ناشر فیض رسالت تیری اولادِ کبار
تیرے شاگردوں کا حلقہ شرق سے تا غرب ہے
تیرے دریوزہ گروں میں مَیں بھی ہوں اک ریزہ خوار
اس وطن کو تاکتا ہے آج سرخا سامراج
اس چمن میں اے پیارے ٹاپتے پھرتے ہیں خار
منکروں سے میں لڑوں گا تیرے گنبد کی قسم
اہل باطل کے اُڑاؤں گا گریبانوں کے تار
خارجی و بد عقیدہ ناچتے پھرتے ہیں آج
اے میرے سید عطا ہو تیغ حیدر کا وقار

(مولانا شبیر احمد شاہ الہاشمی)

نعت شریف

اللہ نے یہ شان بڑھائی تیرے در کی
بخشی ہے ملائک کو گدائی تیرے در کی
پانے کو تو خورشید قمر چرخ نے پائے
کیا پایا اگر خاک نہ پائی تیرے در کی
حوروں نے ملائک نے اجنانِ بشر نے
کس کس نے کہاں بھیک نہ پائی تیرے در کی
اللہ کے گھر سے ہے رسائی تیرے در تک
اللہ کے گھر تک ہے رسائی تیرے در کی
لے جائے گی اک دن مجھے طیبہ میں اڑا کر
جس وقت ہوا جھوم کے آئی تیرے در کی
سینے میں بھرا ہے تیری نعتوں کا خزانہ
عالم میں لٹاتا ہوں کمائی تیرے در کی
محشر میں بھی اس شان سے جاؤں گا منور
رکھے ہوئے کاندھے پہ چٹائی تیرے در کی
اللہ نے یہ شان بڑھائی تیرے در کی
بخشی ہے فرشتوں کو گدائی تیرے در کی

نعت شریف

جہاں روضہ پاک خیر الوریٰ ہے
وہ جنت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
کہاں میں کہاں یہ مدینے کی گلیاں
یہ قسمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا کیا پوچھتے ہو
کہ وہ صاحبہ کعبہ قوسین ٹھہرے
بشر کی سرِ عرش مہمان نوازی
یہ عظمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے
جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ
یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
قیامت کا اک دن معین ہے لیکن
ہمارے لیے ہر نفس ہے قیامت
مدینے سے ہم جاں نثاروں کی دوری
قیامت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

صفتاں پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیاں جد کوئی کر دا اے
عاشق سُن کے سبحان اللہ پڑھدا اے
بے شک او تے دشمن اپنی جان دا اے
ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دا سُن کے جیہڑا سڑ دا اے
ساڈی نہ مَن پُچھ لے پاک قرآن. کولوں
صفتاں خود ہن رب وی اوہدیاں کر دا اے
جس محفل وچ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم دی ہوئے گی
اوس جگہ شیطان کدوں پھر وڑ دا اے
اونوں رب محبوب ضرور بنائے گا
بندہ جیہڑا اوہدے یار دا بَردا اے
ساجدؔ رب نے بخشش اوہدی کر چھڈنی
جیہڑا تسبیح پاک درود دی کر دا اے

* * *

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

چار یاروں کو سلام

یا رسول اللہ تیرے در کی فضاؤں کو سلام
گنبد خضراء کی ٹھنڈی چھاؤں کو سلام

والہانہ جو طواف روضۂ اقدس کرے
مست بے خود وجد کرتی ان ہواؤں کو سلام

خون سے سینچا جنہوں نے گلشن اسلام کو
ان فدا کاروں نبی کے جان نثاروں کو سلام

ہیں جو محوِ استراحت خُلد کی آغوش میں
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ان شہسواروں کو سلام

جو مدینے کی گلی کوچوں میں دیتے ہیں صدا
ان فقیروں راہگیروں اور گداؤں کو سلام

مصطفیٰؐ نے جن کو مردوں سے مسیحا تھا کیا
اس نگاہِ مرحمت کے شاہکاروں کو سلام

اہل بیعتِ مصطفیٰؐ اور آلِ اطہارِ حضورؐ
حلقہ جملہ صحابہؓ چار یاروں کو سلام

اور جتنے بھی ہوئے ہیں عاشقانِ سوختہ
ان تڑپتے بیقراروں کے قراروں کو سلام

آہ اخترؔ خاک و خون میں جن کو تڑپایا گیا
سرورِ کونینؐ کے ان ماہ پاروں کو سلام

اے مدینہ تیری جان پرور بہاروں کو سلام
گنبدِ خضراء کی ٹھنڈی چھاؤں کو سلام